SHEHRI

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ ۔۔۔ مارگریٹ میڈ

شہری

برائے بہتر ماحول

اکتوبر تا دسمبر 2003ء

اندرونی صفحات میں

- شہری کا سالانہ اجلاس عام
- جنوبی ایشیاء میں تحفظ اور ماحول
- پھوؤں کی بحالی
- کثیر القومی کمپنیوں کا احتساب

تسمان اسپرٹ سے نکلنے والے تیل کی تباہ کاری سبق آموز تھی

کراچی کے ساحل پر تسمان اسپرٹ نامی تیل کے بحری جہاز کے دھنسنے، بعدازاں اس سے سمندری میں تیل بہنے اور اس کے نتیجے میں ہونے والی ماحولیاتی تباہی سے نمٹنے کی ناقص کارکردگی نے ایک بار پھر کراچی شہر کے لئے ناگہانی آفات سے نمٹنے کے لئے ایک جامع اور مربوط انتظامی منصوبے کی ضرورت کو اجاگر کردیا ہے۔ شہری سی بی ای اس مسئلہ کا تجزیہ کرتے ہوئے مستقبل میں رونما ہونے والی کسی بھی ماحولیاتی ایمرجنسی سے نمٹنے کے لئے موثر منصوبہ بندی کا مطالبہ کرتی ہے۔

کچھ عرصہ قبل کراچی کی بندرگاہ کے قریبی ساحل میں تسمان اسپرٹ نامی ایک آئل ٹینکر دھنس گیا جس کے نتیجہ میں کراچی شہر بدترین ماحولیاتی تباہی کا شکار ہوگیا۔ گزشتہ چند ماہ کے دوران اس حادثے کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر بھی اس مسئلہ کو اثرات، اسباب اور نتائج کے حوالے سے مختلف مذاکروں اور مباحثوں کے پروگراموں کے ذریعے بڑے پیمانے پر اجاگر کیا گیا اور ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کا کھیل ایک بار پھر شروع ہوگیا اور حادثے کی ذمہ داری ایک فرد اور ادارے کی جانب سے دوسرے فرد اور ادارے پر عائد کی گئی۔ حادثے کے نتیجہ میں رونما ہونے والی ماحولیاتی آلودگی، عوامی صحت اور مالیاتی نقصان پر بہت جذباتی اور شدت کے ساتھ بحث کی گئی۔ کراچی کی تاریخ میں کسی بھی ماحولیاتی مسئلے کے بارے میں اس انداز اور شدت کے ساتھ بحث کرنے کی مثال شاید اس سے پہلے نہیں ملتی۔

کلفٹن کا ساحل: کبھی یہاں پر تفریح کرنے والوں کی بھیڑ ہوتی تھی اب سنسان ہے

تسمان اسپرٹ۔ نمایاں خصوصیات

تیل بردار جہاز کا نام	تسمان اسپرٹ
سرکاری نمبر	6034، ویلیٹا۔ مالٹا
تیاری کا سال	1979ء میں اونچی ڈاکیارڈ کمپنی لمیٹڈ پر تیار کیا گیا
مجموعی وزن	45603 ٹن
کل وزن	38281 ٹن
ایل او اے	23685 میٹر
بیم	40.04 میٹر
سمر ڈی ڈبلیو ٹی	87584 ٹن
گہرائی حدب	14.226 میٹر
ناخدا	کپتان کریٹیوس ڈیمتریاس
مالک	اسپیجا میری ٹائم لمیٹڈ۔ ایکسچینج بلڈنگ، دی پبلک اسٹریٹ ویلیٹا۔ مالٹا آپریٹر پولیمروس میری ٹائم کمپنی لمیٹڈ۔ سانچوری اسٹریٹ 11، 5-35 اپریاس، یونان اونرز پی اینڈ ون امریکن اسٹیم شپ۔ اونرز میوچل پی اینڈ ون ایسوسی ایشن چارٹرز و پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن۔ وسل ایجنٹ کراچی۔ چارٹرز پی اینڈ ون اسٹیم شپ انشورنس منیجمنٹ سروسز لمیٹڈ۔

شہری

جی206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔75400، پاکستان
ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site)
www.shehri.org

ایڈیٹر : سمیرا نعیم
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : رونالڈ ڈی سوزا
وائس چیئر پرسن: ایس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : شیخ رضوان عبداللہ
ارکان : خطیب احمد، ڈیرک ڈین، حنیف اے ستار
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : سرور خالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: ریحان اشرف
بانی ارکان:
نوید حسین، قاضی فائز عیسیٰ
حمیرا رحمٰن، دانش آذر زوبی
زین شیخ، خالد ندوی، قیصر بنگالی
شہری ذیلی کمیٹیاں:
i- قانون
ii- میڈیا اور بیرونی روابط
iii- آلودگی کے خلاف
iv- پارکس اور تفریح
v- اسلحہ سے پاک معاشرہ
vi- تحفظ ورثہ
vii- مالی حصول
شہری کی رکنیت ''شہری برائے بہتر ماحول'' کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔
ایڈیٹر / ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیڈ یولالہ
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونی کیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

خراب موسمی حالات خصوصاً چڑھتے ہوئے مون سون، طوفانی جھکڑوں اور مدوجذر کے اتار چڑھاؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے جہاز کو برتھ پر لانے کا غیر ذمہ دارانہ فیصلہ کیا گیا، نتیجہ کے طور پر آئل ٹینکر اتھلے ساحل میں دھنس گیا اور کراچی شہر ایک بھیانک ماحولیاتی بحران سے دوچار ہوگیا جس کی بنیادی ذمہ داری مالک کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے جہاز کے کپتان پر عائد ہوتی ہے۔ کے پی ٹی بھی اس جرم میں اگر زیادہ نہیں تو برابر کی ذمہ دار ہے۔ کیونکہ مندرجہ بالا حالات سے مکمل آگہی کے باوجود اس نے جہاز کو بندرگاہ میں داخل ہونے کے لئے ہدایت دی۔ مزید یہ کہ کے پی ٹی نے جہاز کے بندرگاہ میں داخلے کے وقت ایک متوازن تعداد میں معاون ٹگ فراہم نہیں کئے جو اس کی رہنمائی کرتے اور اس سلسلے میں کے پی ٹی مجرمانہ غفلت کی مرتکب ہوئی ہے۔ جہاز کو فوری طور پر دھنسنے سے بچانے کے لئے زیادہ طاقتور اور زیادہ تعداد میں ٹگ استعمال کئے جانے چاہئے تھے۔ لیکن افسوس ایسا نہیں کیا جا سکا۔

بعدازاں جہاز کو نکالنے کی نیم دلانہ کوششیں یہ سوچے بغیر کی گئیں کہ ٹگوں کے ذریعے بے احتیاطی اور بغیر تخمینہ لگائے جہاز کو کھینچنے سے اس کے نچلے حصے کو مزید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس عمل سے جہاز کے تلے کی حالت سنگین ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے جہاز مرحلہ وار ٹوٹ سکتا ہے اور اس میں موجود تیل سمندر میں بہے گا۔ البتہ اس حقیقت پر تھوڑی بہت توجہ دی گئی کہ اس کروڈ آئل میں بھاری نفتا شامل ہے جس کی موجودگی میں لہروں اور طوفانی ہواؤں سے جہازوں کی فولادی چادروں اور گرڈوں کے ٹکرانے سے ارتعاش اور حرارت پیدا ہوگی جس کے نتیجہ میں تباہ کن دھماکہ بھی ہو سکتا تھا۔

جہاز کو ڈوبنے سے بچانے کا عمل بہت دیر سے شروع کیا گیا اور تمام عرصے کے دوران یہ عمل بہت آہستہ اور سست رہا۔ اس عمل کے دوران صرف ایک چھوٹے جہاز فیئر جولی کو مقرر کیا گیا، جبکہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ نزدیکی بندرگاہوں پر متعدد اور موزوں چھوٹے جہاز اس کام کے لئے دستیاب تھے۔

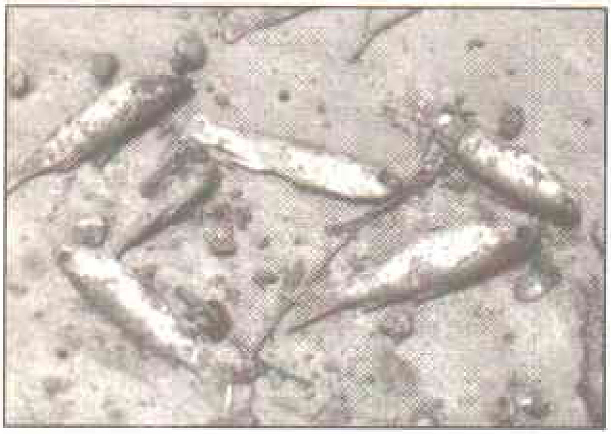

ماحولیاتی اور مالیاتی نقصان

حتیٰ کہ سامان لانے والے بیڑے بھی بہت بعد میں استعمال کئے گئے۔ اگر یہ تمام زیادہ تیزی اور مستعدی کے ساتھ کئے جاتے تو کروڈ آئل کی ایک بڑی مقدار محفوظ کی جا سکتی تھی اور تیل کی ایک بہت چھوٹی مقدار ہی سمندر میں بہہ پاتی۔

عموماً اس قسم کے آپریشنز کے لئے ایک ایسے نیول آرکیٹیکٹ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جو دھنسے ہوئے جہاز کے ڈھانچے کے مختلف حصوں پر پڑنے والے دباؤ کا ٹھیک تخمینہ لگا سکے (خصوصاً مڑنے کے اوقات اور کٹنے کے دباؤ کا تخمینہ)۔ ان تخمینوں سے اس وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا جب یہ فیصلہ کیا جاتا کہ دھنسے ہوئے جہاز کے کسی کارگو ٹینک کو پہلے اور کیسے خالی کیا جانا چاہئے۔ ایسی سہولیات نہ صرف جہاز کی کلاسیفکیشن سوسائٹی فراہم کر سکتی تھی بلکہ لندن کے لائیڈز جن کے پاس سپر کمپیوٹر ہیں اور جو ایسی معلومات آسانی سے فراہم کر سکتے ہیں لی جا سکتی تھیں۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔

جس دن جہاز دو حصوں میں ٹوٹنا شروع ہوا، اس سے قبل رات میں ممکنہ طور پر جہاز کے کروڈ آئل کارگو یا جہاز کے تہہ خانے سے ایک ٹینک سے دوسرے ٹینک تک اندرونی

خراب موسمی حالات اور مدوجذر کے اتارچڑھاؤ کو نظرانداز کرتے ہوئے جہاز کو برتھ پر لانے کا غیرذمہ دارانہ فیصلہ کیا گیا، نتیجہ کے طورپر آئل ٹینکر اتھلے ساحل میں دھنس گیا اور کراچی شہر ایک بھیانک ماحولیاتی بحران سے دوچار ہوگیا

تسمان اسپرٹ سے تیل کا بہاؤ......واقعات کی لمحہ بہ لمحہ تفصیل

تاریخ	وقت	واقعات
27 جولائی 2003ء	1:30 بجے دوپہر	جہاز کراچی کی بندرگاہ کے بیرونی سمندر میں پہنچا۔
27 جولائی 2003ء	12:30 بجے دوپہر	کے پی ٹی کی ہدایات پر جہاز نے کراچی کی بندرگاہ کی آبنائے میں داخل ہونا شروع کیا۔ کے پی ٹی کا ہاربر پائلٹ اس وقت جہاز پر موجود تھا۔ جوار بھاٹا کا وقت 10:30 بجے۔
27 جولائی 2003ء	ایک بجے دوپہر	آبنائے کے مشرق میں جہاز تہہ میں دھنس گیا۔
27 جولائی 2003ء	ایک بجے دوپہر	کے پی ٹی کے حکام اور جہاز کے کپتان نے دستیاب ٹگوں کے ذریعہ (جو پہلے ایک تھا اور پھر تین کردیئے گئے) جہاز کو نکالنے کی کوشش کی، لیکن مدوجذر کی وجہ سے ناکام ہوگئے۔
27 جولائی 2003ء	4:30 بجے سہ پہر	کے پی ٹی نے اس دن جہاز کو نکالنے کی مزید کوششیں کیں۔
28 جولائی 2003ء	10 بجے شب	کے پی ٹی اور جہاز کے کپتان نے پانچ ٹگوں کے ذریعے جہاز کو نکالنے کی ایک اور کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس وقت جہاز کے نچلے حصے کو اولاً دھنسنے اور بعدازاں (ممکنہ طور پر) جہاز کو نکالنے کی ان کوششوں کی وجہ سے سخت نقصان پہنچا)۔
یکم اگست 2003ء		جہاز کے مالک نے دھنسے ہوئے ٹینکر سے خام تیل (کروڈ آئل) نکالنے کے لئے تقریباً اسی جسامت کے ایک اور ٹینکر اینڈیور۔ II کا انتظام کیا، لیکن متوقع طور پر اپنی بڑی جسامت کی وجہ سے یہ اس قسم کے آپریشن کے قطعاً موزوں نہیں تھا۔ چنانچہ جہاز کے کراچی کی بندرگاہ پر پہنچنے کے بعد یہ خیال ترک کردیا گیا۔
7 اگست 2003ء	11 بجے صبح	دھنسے ہوئے جہاز میں سے خام تیل نکالنے کے لئے جہاز کے مالکان نے ایک چھوٹا ہلکی جسامت کا ٹینکر "فیر جولی" منگوایا۔
7 اگست 2003ء	9:30 بجے شب	فیر جولی کے ذریعے تسمان اسپرٹ سے کروڈ آئل نکالنا شروع کیا گیا۔
8 اگست 2003ء	6:30 بجے شام	تیل نکالنے کے آپریشنز کا پہلا مرحلہ مکمل ہوگیا اور فیر جولی آئل پیرا پر لنگر انداز اینڈیور II میں 6300 ٹن کروڈ آئل منتقل کرنے کے لئے اندرونی بندرگاہ کی جانب روانہ ہوا۔
9 اگست 2003ء	10 بجے شب	تسمان اسپرٹ سے کروڈ آئل نکالنے کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔
10 اگست 2003ء	8:30 بجے صبح	تیل نکالنے کے آپریشنز کا دوسرا مرحلہ مکمل ہوا اور فیر جولی ایک بار پھر 6300 ٹن کروڈ آئل اینڈیور II ٹینکر میں منتقل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔
10 اگست 2003ء	12 بجے دوپہر	تسمان اسپرٹ سے کروڈ آئل نکالنے کا تیسرا مرحلہ شروع ہوا۔
11 اگست 2003ء	12 بجے شب	کروڈ آئل نکالنے کے آپریشنز کا تیسرا مرحلہ مکمل ہوا اور فیر جولی کو 6200 ٹن کروڈ آئل اینڈیور II میں منتقل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔
13 اگست 2003ء	6:30 بجے صبح	دھنسا ہوا ٹینکر تسمان اسپرٹ دو حصوں میں ٹوٹنا شروع ہوا۔
13 اگست 2003ء	8:15 بجے صبح	جہاز کا عملہ اور جہاز پر موجود تمام افراد دھنسے ہوئے جہاز سے نکل گیا۔ اس وقت جہاز سے ہزاروں ٹن کروڈ آئل سمندر میں بہنا شروع ہوچکا تھا۔ یہ بہتا ہوا کروڈ آئل جس میں بھاری نفتا شامل تھا، لہروں کے ساتھ کلفٹن کے ساحل تک پہنچ گیا۔ اس وقت تیل نکالنے کی کوششیں عارضی طور پر بند کردی گئیں۔
14 اگست 2003ء	2:45 بجے سہ پہر	بالآخر تسمان اسپرٹ دو حصوں میں ٹوٹ گیا۔
17 اگست 2003ء		جہاز کے اوپر کے حصہ سے تقریباً 6000 ٹن کروڈ آئل نکالنے کا ایک اور آپریشن کامیابی سے مکمل کرلیا گیا۔
18 اگست 2003ء اور اس کے بعد		کے پی ٹی نے مقامی بجروں کے مالکان کے ضبط کئے گئے بجروں کے ذریعہ تیل نکالنے کا کام جاری رکھا۔

منتقلی کی کوشش کی گئی۔ جس کی وجہ سے حالات زیادہ سنگین ہوگئے۔ (کیونکہ بظاہر یہ غیر محتاط سلسلہ ٹینکر کے ٹوٹنے میں مددگار ثابت ہوا جس کے نتیجہ میں بھاری مقدار میں سمندر میں تیل بہہ گیا) حتیٰ کہ بعد میں اٹھائے گئے اقدامات کو بھی کسی طرح ہوشمندانہ نہیں کہا جاسکتا۔ تیل بچانے والوں کی زیادہ تر توجہ اس بات پر مرکوز رہی کہ تیل کی کس قدر زیادہ مقدار کو جہاز سے نکالا جائے لہٰذا انہوں نے جہاز کے اگلے حصے سے جو ریت میں مکمل دھنس چکا تھا، تیل کو خارج ہونے دیا۔

کے پی ٹی کے اعلیٰ حکام اور ساتھ ساتھ وزارت مواصلات کی جانب سے جاری کئے جانے والے نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر قانونی بیانات کو (ممکنہ طور پر گمراہ کن بیانات) آلودگی کے اس بڑے دعوے کے خلاف نہ صرف کے پی ٹی کے مفاد میں استعمال کیا جاسکتا ہے، بلکہ انہیں جہاز کے مالکان اور ان کے ٹھیکیداران اپنے دفاع میں نظیر کے طور پر بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ لاکھوں شہریوں کے حقیقی طور پر متاثر ہونے، ہمارے ماہی گیروں اور ان کے خاندانوں کے روزگار کو پہنچنے والے نقصان، سی ویو، میرین ڈرائیو، بوٹ بیسن پر غریب ٹھیلے والوں کو آمدنی سے محرومی، علاقے میں قائم ریسٹورانوں کو آمدنی میں نقصان، متاثرہ علاقوں میں آباد لوگوں خصوصاً بوڑھے افراد کو لاحق ہونے والے صحت کے خطرناک مسائل کا ذمہ دار، ماحول اور علاقے کی آب و ہوا کو پہنچنے والے ناقابل تلافی نقصان کے بنیادی طور پر کون ذمہ دار ہیں۔

اب وقت آگیا ہے کہ بوسیدہ ایڈھاک ازم پر مبنی انتظام سے چھٹکارہ حاصل کیا جائے اور شہری انتظامیہ کو درکار بنیادی ضروریات پر توجہ دی جائے۔ مختلف سیکٹروں کو مخصوص ذمہ داریاں اور فرائض تفویض کئے

کچھ ابھرتے ہوئے برمحل سوالات

یہ نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ بنیادی ذمہ داری جہاز کے مالک پر عائد ہوتی ہے، تاہم جہاز کے ایک مرتبہ دھنس جانے کے بعد آئل ٹینکر سے از خود تیل نکالنے کے اقدامات اٹھانے میں ناکام رہنے کی کراچی پورٹ ٹرسٹ کی نااہلی اور سستی کا بمشکل ہی کوئی جواز پیش کیا جاسکتا ہے۔ ہم کراچی پورٹ ٹرسٹ ایکٹ 1986ء کے سب سیکشن ا کے سیکشن 90 کے تحت کے پی ٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز بشمول اس کے چیئرمین کے فرائض کا حوالہ بھی دیتے ہیں جس میں واضح کیا گیا ہے کہ "بورڈ آف ٹرسٹیز پورٹ کی حدود کے آبی ماحولیات کو سمندر کی آلودگی سے محفوظ رکھنے کا ذمہ دار ہوگا"۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ کے بورڈ آف ٹرسٹیز بشمول چیئرمین پر قطعی اور واضح طور پر ایک ریاستی فرض عائد کیا جاچکا ہے کہ وہ ایسا کرنے کو یقینی بنائے۔ کسی بھی معاملے میں اس یقین دہانی کے لئے برق رفتاری سے عمل کرے کہ کراچی کی بندرگاہ کا آبی ماحول تباہ تو نہیں ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ کراچی کی ساحلی پٹی تباہ کی جاتی رہی ہے کراچی پورٹ ٹرسٹ اور اس کے چیئرمین نے تسمان اسپرٹ کے دھنسنے میں گھناؤنا کھیل کھیلا اور وہ مسلسل ایسا کرتے رہے۔ کے پی ٹی نے مکمل بے حسی کا مظاہرہ کیا۔ کے پی ٹی یا ایم ایس اے (جس کی سربراہی بحریہ کے حکام کرتے ہیں اور جو مساوی طور پر ذمہ دار ہے) نے ٹینکر کو خالی کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ تباہی پھیلنے کے لئے 18 دن تک انتظار کرتے رہے۔ بچانے کی کوشش صرف نجی شعبے کی جانب سے کی گئی۔

پی این ایس سی کے چیئرمین نے بھی قوم کو اس بات سے مطلع نہیں کیا کہ ایک پرانے جہاز کے ذریعہ ہزاروں ٹن خام آئل کراچی کی بندرگاہ منگوانے کو وہ کیوں محفوظ سمجھتے تھے؟ متذکرہ ٹینکر بہت ضروری تیل لا رہا تھا۔ کیا یہ ملک سے غداری نہیں ہے یا قومی سلامتی کے حوالے سے غداری کرنے کے زمرے میں نہیں آتا جبکہ بندرگاہ میں موجود تمام بحری بیڑوں کو محصور کرتے ہوئے بندرگاہ کی گزرگاہ کو خطرہ میں ڈال دیا جائے۔

پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کے حوالے سے پہلے مرحلے میں جہاز کرایہ پر حاصل کرنے کی ضرورت کے بارے میں کوئی بھی سوال کرسکتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ضرورت ہے تو پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کیوں نہیں ایک ذاتی آئل ٹینکر خرید لیتی۔

کیا آئل ٹینکر کی موجودگی اس کے نہ ہونے کے مقابلے میں پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن یا اس کے اعلیٰ حکام کے لئے زیادہ فائدہ مند نہیں ہوگی ہم اس موقع پر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات کے منتظر نہیں۔

1- کیا دفاعی میدان ایک جز وقتی شعبہ ہے جو حاضر ایڈمرل شہری اداروں کی سربراہی کر رہے ہیں؟

2- کیا پی این ایس سی اور کے پی ٹی اتنے اہم بھی نہیں ہیں کہ ان کے باقاعدہ سربراہ مقرر کئے جائیں۔

3- کیا موجودہ سربراہوں کے پاس پی این ایس سی یا کے پی ٹی کو چلانے کی صلاحیت ہے اگر ایسا ہے تو پھر ایسے اہم تجارتی اداروں، جو ہمارے تجارت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، کی سربراہی کے لئے کیا معیار ہونا چاہئے؟

4- کیا کپتان کی سطح پر یک رکنی انکوائری کرانے سے اعتماد کو تقویت پہنچے گی؟ کیا دیگر ماہرین کو اس انکوائری کا حصہ نہیں ہونا چاہئے۔

یہ قوم کے اعلیٰ ترین مفاد میں ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔ یہ بہت زیادہ اہم اور فیصلہ کن معاملہ ہے جسے بحیرہ عرب میں نہیں پھینکا جاسکتا۔

جا ئیں، مختلف محکموں اور آرگنائزیشنوں کے مابین اندرونی اور باہمی رابطوں پر زور دیا جائے۔ مستحکم اور عوام دوست شہری پھیلاؤ کے اہداف کے حصول کے لئے دوراندیشی پر مبنی مقاصد و اہداف اور منصوبہ بندی و باضابطہ قواعد طریقہ ہائے کار، قوانین، پالیسی فریم ورک اور ضوابط ضروری ہیں۔ اس قسم کے حالات کے بعد تباہی سے بچاؤ کی منصوبہ بندی کے انتظام کی بات کی جاتی ہے۔ تاہم تسمان اسپرٹ کے حادثے اور اس کے نتیجہ میں جو کچھ بھی رونما ہوا، سے یہ بات ابھر کر سامنے آئی ہے کہ ایسے ادارے کے بغیر ہم اس قسم کے حادثات سے نمٹنے کے قابل نہیں ہیں۔

یہ بہت ضروری ہے کہ ایسا طریقہ کار تشکیل دیا جائے جہاں شہری زمین کے مختار اور انتظامی ادارے باہمی طور پر بیٹھ سکیں اور ایسے مستحکم اور مربوط تباہی سے بچاؤ کے انتظامات کے منصوبوں کی تیاری کے امکانات اور تجاویز پر بحث کرسکیں جو مستقبل میں شہر کے لئے ہونے والی تمامتر بنیادی منصوبہ بندی سے منسلک ہوں۔

تسمان اسپرٹ کے واقعہ نے جو سبق سکھایا ہے اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں ایسے ہنگامی حالات سے موثر طور پر نمٹنے کے لئے باقاعدہ راستہ تلاش کرلیا جائے گا۔

August 16, 2003

General Pervez Musharraf
President of Pakistan (Fax: 051-9207656)

Mir Zafarullah Khan Jamali
Prime Minister of Pakistan (Fax: 051-9206907)

A catastrophe of gigantic proportions has just occurred at the mouth of Karachi harbour.The environmental consequences of this man-made disaster will affect the economic health of Karachi (and Pakistan) for years to come.

We request that detailed independent investigations be conducted immediately to cut through all the cover-ups and lies emanating from the KPT, the Environmental Protection Agencies, the Ministry of Communications, the PNSC, the shipping agents, and the local administrations, etc.

The culprits, at the highest levels, must be brought to book, and made to pay compensation!

#	Name	Address	Signature

Send your completed forms to Shehri-CBE by Fax, Mail or E-mail

اس حصے میں ہم اپنے کچھ جاری قانونی عمل اجاگر کرتے ہیں اور عوامی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے موثر شہری شراکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شہری ایڈووکیسی

شہری رپورٹ

مقامی حکومت کو اِن معاملات کو نمٹانا چاہئے

شہری ضلعی حکومت گٹرباغیچہ کی جگہ کے لئے ایک ماسٹرپلان تیار کرے اور اس کے بعد فوری طورپر یہاں عوامی پارک کی تعمیر شروع ہونی چاھئے

- صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور ناظم کراچی جناب نعمت اللہ خان کے وعدہ کے مطابق گٹرباغیچہ پر پارک کی ترقی کریں۔
- یوسی۔3 (جہان آباد) سائٹ ٹاؤن کے ناظم نے 150 ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی تجاوزات کو ختم کروانا۔

انسانی حقوق مقدمہ نمبر 6۔کے/1993ء (باکس ملاحظہ فرمائیں) کے تمام غیر معمولی معاملات کو تین ماہ کے اندر نمٹانے کے سپریم کورٹ کے احکامات کی تعمیل کرنا۔

- پارک کی نقشہ بندی کے منصوبے کا آغاز۔ یہ کام مفادعامہ کے تحت انسٹی ٹیوٹ آف آرکیٹکٹس پاکستان کو سونپا جاسکتا ہے۔
- پارک کے فوری طور پر دستیاب حصوں میں تعمیرات بشمول چہاردیواری اور جنگلوں کی تعمیر کا آغاز کرنا۔ شہری ضلعی حکومت کراچی کی جانب سے 1998ء میں گٹرباغیچہ کے درمیان میں سے گزرنے والے 100فٹ چوڑے روڈ پر الاٹ کئے گئے پیٹرول پمپ کی لیز اور اس کی تعمیرات کو ہٹانا۔

تفریحی پارک کی حدود میں جاری کی گئی دیگر لیزوں بشمول مندرجہ ذیل لیزوں کو بھی منسوخ کرنا چاہئے۔

الف: اسماعیلیہ گارڈن کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کو الاٹ کیا گیا پلاٹ نمبر108/4 (رقبہ 7.02 ایکڑ)

ب: صفیہ بیگم ودیگر کو الاٹ کئے گئے پلاٹ نمبر108/2 (رقبہ 35625 مربع گز) اور پلاٹ نمبر 108/3 (رقبہ 7253 مربع گز)

شہری ضلعی حکومت کراچی کی اجازت یا بغیر اجازت گٹرباغیچہ میں مختلف پارٹیوں کی جانب سے قائم کئے گئے پانی کے نلکوں کو ہٹایا جائے۔ سائٹ کی صنعتوں اور کارخانوں سے زہریلے اور آلودہ مواد کے گٹرباغیچہ میر اخراج کو بند کیا جانا چاہئے کیونکہ اس سے گٹرباغیچہ کے گندے پانی کے استعمال سے پیدا ہونے والی سبزیوں پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

کراچی کی شہری ضلعی حکومت کو گٹرباغیچہ کی تمام تفریحی جگہ کے لئے ایک ماسٹر پلان تیار کرنے پر توجہ دینی چاہئے اور اس کے بعد ان علاقوں پر جو فوری طور پر دستیاب ہیں، عوامی پارک کی تعمیر شروع کرنی چاہئے۔

کراچی کے لئے کمرشلائزیشن پالیسی: شہری ایکٹوازم کے لئے ایک فتح

حال ہی میں عدالت عالیہ سندھ نے حکومت سندھ کو حکم دیا ہے کہ وہ کراچی میں سڑکوں کے تجارتی قرار دیئے جانے کے کسی بھی اقدامات کی مزاحمت کرے تاوقتیکہ مجاز اتھارٹی ایسا کرنے کے لئے مناسب ضوابط/قواعد/ذیلی قوانین کی تشکیل نہ کرے۔

شہری سی بی ای کراچی میں سڑکوں کی غیرقانونی کمرشلائزیشن سے بچانے میں سبقت لے چکی ہے اور متعلقہ شہریوں کے تعاون سے سڑکوں کی غیرقانونی کمرشلائزیشن کے خلاف فوری طور پر ایک باڑ لگا چکی ہے جیسا کہ عدالت عالیہ سندھنے متعلقہ شہریوں کے دلائل کو برقرار رکھا ہے۔ (باکس ملاحظہ فرمائیں) ہم اس سلسلے میں تمام متعلقہ شہریوں کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس عوامی مفاد کے مقدمے میں ہماری مدد کی۔

کے بی سی اے کے معاملات بہتر ہو رہے ہیں

شہر میں بڑھتی ہوئی غیر قانونی تعمیرات کی مزاحمت۔ اس سے شہر کے تعمیراتی ماحول کو بچانے کے سلسلے میں شہریوں کی جانب سے عدالتوں میں دائر کئے جانے والے مقدمات کی تعداد کم ہونے میں مدد ملے گی۔

کے بی سی اے کے بدعنوان حکام سے باز پرس جو:

- تازہ غیر قانونی تعمیرات میں غیر قانونی بلڈروں کے ساتھ ملی بھگت میں ملوث ہیں۔
- نافذ قوانین کی شرمناک خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قانونی تعمیرات کو باقاعدہ بنانے کے عمل میں مصروف ہیں۔

شہریوں اور پیشہ ور افراد کو بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی میں ان کو درپیش متعدد مسائل کے سلسلے میں معاونت کرنے کے لئے کے بی سی اے میں ناظم امدادی ڈیسک کا آغاز کیا جائے، تاکہ کے بی سی اے کی کارکردگی اور مختلف درخواستوں/ معاملات کی کارروائی کو باقاعدہ بنیاد پر لازماً جانچا جائے۔ اس ضمن میں ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل پاکستان کی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

کے بی سی اے پر عوامی اطلاعاتی کاؤنٹر کو دوبارہ کھولا جائے جس کی وجہ سے بلڈنگ پلان اور دستاویزات باآسانی دستیاب ہوسکتے ہیں۔ یہ درحقیقت بدعنوانی کو کم کرنے اور شفافیت کی کنجی ہے۔ کے بی سی اے کے لئے پیشہ ور انجینئروں/ آرکیٹیکچروں، متعلقہ شہریوں، بلڈروں، کونسلروں، غیر سرکاری اداروں، سرکاری افسروں پر مشتمل ایک نگراں کمیٹی کا اجراء کیا جائے۔

اسی طرح سائٹ کی جانب سے (کے ایم سی/ سی ڈی جے کے افسران کی ملی بھگت سے) 94-1990ء کے عرصے کے دوران گلزار ہجری/ کنزاغیچہ میں 200 فٹ روڈ پر دس صنعتی پلاٹوں کے لئے 8.3 ایکڑ اراضی کی لیز کے اجازت نامے منسوخ ہونے چاہئیں۔

عدالت عالیہ فیصلہ کرتی ہے

مدعا علیہان کے وکلاء نے کہا ہے کہ مبینہ طور پر سڑکوں کو تجارتی بنانے کی جانب فی الحال کوئی اقدام نہیں کیا جارہا ہے اور ایسا کوئی بھی قدم اس وقت تک نہیں اٹھانا چاہئے جب تک کہ مدعا علیہ نمبر 1 جو ان معاملات سے نمٹنے کے لئے ایک بااختیار ادارہ ہے، ایسا کرنے کے لئے باقاعدہ ضوابط/ قواعد/ ذیلی قوانین مرتب نہیں کرتی۔ اگر ایسا کوئی قدم اٹھایا گیا تو وہ تشکیل دیئے گئے قواعد اور ذیلی قوانین کے مطابق ہوگا۔

مندرجہ بالا بیان محفوظ کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق درخواست کو نمٹایا جاتا ہے مدعی حضرات اگر کسی غیر قانونی اقدام سے متاثر ہوں تو وہ بروقت عدالت عالیہ سے رجوع کریں۔

دستخط۔ صبیح الدین احمد، جج

دستخط۔ ایس علی اسلم جعفری، جج

مقدمہ نمبر۔ سی۔ پی نمبر D-515/200/2003، عدالت عالیہ سندھ

شہری سی بی ای کی ایک انمول تجویز

کراچی کے شہریوں کے لئے کے بی سی اے میں ناظم کی معاونتی ڈیسک

1- ضلعی شہری حکومت کراچی/ کے بی سی اے کی عوامی خدمات تک کراچی کے شہریوں کی آسان رسائی کے ضمن میں ناظم کے بی سی اے دوسری منزل سوک سینٹر انیکسی گلشن اقبال میں سی سی او بی کے دفتر کے نزدیک ایک معاونتی ڈیسک قائم کریں گے جو ہفتہ وار بنیاد پر براہ راست ناظم شہر کو رپورٹ کرے گی۔

2- معاونتی ڈیسک پیر سے ہفتہ تک دفتری اوقات کار کے دوران عام لوگوں کو مندرجہ ذیل خدمات فراہم کرے گی۔

- کے بی سی اے عوامی اطلاعاتی کاؤنٹر تک رسائی بشمول منصوبوں کی نقول، دستاویزات، فارم، ہدایات، طریق کار، قوانین، ضوابط وغیرہ کے فوری حصول کی نگرانی۔
- جمع کرائے گئے فارم، منصوبوں، درخواستوں وغیرہ پر کے بی سی اے کے اندرونی طریق کار کی رفتار کی نگرانی۔
- عوامی شکایات کی رجسٹریشن اور ان پر کے بی سی اے کی جانب سے کئے گئے اقدامات کی کھوج کرے گی۔
- کے بی سی اے کے حکام معاونتی ڈیسک کو فوری تعاون فراہم کریں گے۔

3- ناظم شہر اس کا باضابطہ طور پر ایک سادہ تقریب میں افتتاح کریں گے جس میں مختلف ٹاؤن ناظم، شہر/ ٹاؤن کے متعلقہ حکام، پیشہ ور حضرات (پی سی اے ٹی پی، پی ای سی، آئی ای پی، اے سی ای پی، انجینئرنگ/ آرکیٹیکچرل ادارے) اور متعلقہ شہری مدعو کئے جائیں گے۔ معاونتی ڈیسک کی اخبارات و جرائد میں اور اٹھارہ ٹاؤنوں ٹی بی سی او کے دفاتر پر باقاعدہ مشتہر کی جائے گی۔

4- معاونتی ڈیسک شہری حکومت کے دو ملازمین اور پیشہ ور/ شہری گروپوں کے عوامی رضاکاروں پر مشتمل ہوگی۔ ڈیسک دو ٹیلی فون، فیکس، کمپیوٹر اور فوٹو اسٹیٹ مشین سے آراستہ ہوگی۔

5- درخواستوں، منظوریوں، شکایات وغیرہ کا ڈیٹا اور تمام معلومات سی ڈی جی کے کے ویب پیج پر منتقل کردی جائیں گی، تاکہ تمام شہری فوری طور پر ازالہ کرسکیں۔

سڑکوں کو تجارتی قرار دینے کی پالیسی کا تاریخ وار جدول

تاریخ	واقعات
19 اپریل 2003ء	روزنامہ ڈان نے کراچی کی چھ سڑکوں کے ساتھ مجوزہ تجارتی زونوں اور مستقبل میں نو سڑکوں کو تجارتی بنانے کے منصوبے کے بارے میں رپورٹ شائع کی۔
21 اپریل 2003ء	شہری سی بی ای نے سٹی ڈسٹرکٹ کونسل کے 253 ممبران کو سڑکوں کو تجارتی بنانے کے بارے میں اعتراضی خطوط تحریر کیے اور ان کے مضمرات کی تفصیل بیان کی۔
22 اپریل 2003ء	سڑکوں کو تجارتی بنانے پر ایم پی جی او (سی ڈی جی کے) تفصیلی پالیسی دستاویز کے ہمراہ بحث کرنے کے لئے شہری کو سٹی ڈسٹرکٹ کونسل کے اگلے دن کے اجلاس کا ایجنڈا موصول ہوا۔
22 اپریل 2003ء	شہری نے سٹی ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبران کو ایک اور خط تحریر کیا۔
22 اپریل 2003ء	شہری اور چھ متعلقہ شہریوں نے مجوزہ سڑکوں کو تجارتی بنانے کے خلاف عدالت عالیہ سندھ میں ایک آئینی درخواست نمبر 515/03 دائر کی۔ مقدمہ کے لئے 25 اپریل 2003ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔
23 اپریل 2003ء	سٹی ڈسٹرکٹ کونسل کے اجلاس میں شہری کے احتجاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک اکیس رکنی سب کمیٹی تشکیل دی گئی جو مسئلہ کی گہرائی میں تحقیق کرے گی اور ایک مہینے کے اندر رپورٹ پیش کرے گی۔
25 اپریل 2003ء	روزنامہ ڈان نے سڑکوں کو تجارتی بنانے کے خلاف مقدمہ دائر ہونے کی رپورٹ شائع کی۔
3 مئی 2003ء	عدالت عالیہ سندھ میں مفاد عامہ کی حامل درخواست کی سماعت شروع ہوئی۔ ایڈوکیٹ جنرل سندھ نے درخواست گزاروں اور متعلقہ حکام کے درمیان میٹنگ کرانے کی ذمہ داری لی۔
3 مئی 2003ء	شہری نے سب کمیٹی کے ممبران کو سڑکوں کو تجارتی بنانے کے مسئلے پر بحث کرنے کے لئے تحریری طور پر مدعو کیا۔
3 مئی 2003ء	شہری نے متاثرہ سڑکوں کے قریب رہائش پذیر شہریوں کو خطوط لکھے اور ان سے درخواست کی کہ وہ شہری ضلعی حکومت کراچی کو سڑکوں کی مجوزہ کمرشلائزیشن کے منفی اثرات وغیرہ سے متعلق اپنی آراء کے ہمراہ اپنے علاقے کی موجودہ حالت کے بارے میں تحریر کریں۔
6 مئی 2003ء	شہری کے دفتر میں سب کمیٹی کے ممبران (صرف چھ ممبران شریک ہوئے) اور متعلقہ شہریوں، سڑکوں کو تجارتی بنانے سے متعلق منصوبہ سازوں اور آرکیٹکٹس کے درمیان میٹنگ ہوئی۔
9 مئی 2003ء	شہری نے وزارت مکانات و ترقیات کے وفاقی سیکریٹری کو تحریری طور پر سڑکوں کو تجارتی بنانے کی پالیسی کے خلاف احتجاج کیا کہ اس سے وفاقی سوسائٹیوں کے علاقوں کا تعمیراتی ماحول متاثر ہوگا۔
9 اگست 2003ء	شہری اور ای ڈی او (ایم پی جی او)، ای ڈی او (قانون) سی ڈی جی کے، کے بی سی اے حکام، ایڈوکیٹ جنرل کے درمیان ایک اور میٹنگ ہوئی ایڈوکیٹ جنرل نے سی ڈی جی کے کمرشلائزیشن سب کمیٹی کے ہمراہ میٹنگ منعقد کرانے پر اتفاق کیا۔
11 اگست 2003ء	شہری نے کمرشلائزیشن سب کمیٹی کے چیئرمین عبدالرشید بیگ کو خط تحریر کیا اور ان سے سی ڈی جی کے کی پالیسی پر بحث کرنے کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔
15 اگست 2003ء	عدالت عالیہ سندھ نے شہری کی درخواست عدالت کو مدعاعلیہان کے مطلع کرنے کے بعد کہ سڑکوں کو تجارتی بنانے کا کوئی عمل فی الوقت نہیں کیا جا رہا ہے اور یہ کہ ایسا کوئی بھی عمل اس وقت تک نہیں کیا جائے گا جب تک کہ سی ڈی جی کے مناسب ضوابط/ ذیلی قوانین مرتب نہ کرے، نمٹا دی۔

ہاکس بے اسکیم: شہریو! ہوشیار باش

شہری سی بی ای عوام کے مفاد میں مطلع کرنا چاہتی ہے کہ ہاکس بے روڈ کے ساتھ نام نہاد کے۔28 اسکیم کا فیز۔2 سندھ بورڈ آف ریونیو نے ہاکس بے اسکیم کے ڈی اے اسکیم نمبر 42 سے غیرقانونی طور پر نکالی ہے۔ کے ڈی اے ہاکس بے اسکیم 1984ء میں جاری کی گئی تھی اور ہاکس بے روڈ کے ساتھ پلاٹوں پر مشتمل تھی۔ سندھ بورڈ آف ریونیو نے کمشنر کراچی کے احکامات کے تحت اسکیم 42 میں اس کی حدود میں آنے والی زمین 1985ء میں کے ڈی اے کو منتقل کردی۔ جیسے ہی سندھ بورڈ آف ریونیو نے تمام اراضی کے ڈی اے کو منتقل کی، پلاٹوں کا لے آوٹ پلان کے ڈی اے کے ماسٹر پلان ڈپارٹمنٹ نے تیار کیا اور پھر اسی لے آوٹ کی بنیاد پر کے ڈی اے نے اس کی قرعہ اندازی کی۔ اب اس قدر طویل عرصے کے بعد سندھ بورڈ آف ریونیو ہاکس بے روڈ کے کسی بھی اطراف اراضی کو واپس نہیں لے سکتی تاکہ وہ اپنی اسکیم نکال سکے اور اسے K-28 کے فیز۔2 کے طور پر فروخت کر سکے۔ چنانچہ ہاکس بے روڈ کے کسی بھی طرف K-28 کا تمام فیز۔2 غیر قانونی ہے۔ لہٰذا عوام کو ان کے اپنے مفاد میں مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ان غیرقانونی پلاٹوں کو نہ خریدیں۔

اطلاعات کی آزادی

کیا قومی تعمیر نو بیورو اس اہم مسئلہ کو حل کرے گا جس کی وجہ سے ایک مقامی حکومت کے ادارے میں بدعنوانی اور شفافیت متاثر ہو رہی ہے۔

چھ سالہ قدیم کے بی سی اے پبلک انفارمیشن کاؤنٹر کو بند کرنا (جس کے ذریعہ پلان اور دستاویزات کم لاگت پر عوام کو دیئے جاتے تھے) مندرجہ ذیل کے اصولوں کے خلاف ہے۔

- انتقال اختیارات کے منصوبے کی حکمت عملی۔
- آزادیٔ اطلاعات ایکٹ 2002ء

گزشتہ کئی سالوں سے عوامی اطلاعاتی کاؤنٹر نے کے بی سی اے میں بدعنوانی کو کم کرنے میں مثبت کردار ادا کیا ہے اور غیرقانونی تعمیرات میں واضح کمی کرنے میں بھی معاون ثابت ہوا ہے جو کراچی کے تعمیراتی ماحول کو تباہ کر رہے ہیں۔

ہم آپ کی مداخلت کو مثبت طور پر آگے بڑھاتے ہیں۔ ❀❀❀

شہری سی بی ای ایک گرانقدر رکن اور شہر ایک سرگرم شہری ایکٹیوسٹ سے محروم ہوگیا

شہری سی بی ای کے ایک سرگرم کارکن اور ایک محنتی شہری ایکٹیوسٹ جوزف یوجین نوجوانی میں ایک بدقسمت حادثے میں انتقال کرگئے۔ شہری سی بی ای کی انتظامیہ اور اراکین اس سانحہ عظیم پر جوزف یوجین کے اہل خانہ اور عزیزواقارب سے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور دعاگو ہیں۔

جوزف یوجین ولد اے جی یوجین اور ان کے بھائی شمس جو خانیوال سے ان سے ملنے آئے ہوئے تھے، 16 جولائی 2003ء کو تبت سینٹر کے سامنے موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ تقریباً 2:30 بجے طوفانی جھکڑ اور بارش شروع ہوگئی اور جوزف نے اپنی موٹر سائیکل محفوظ جگہ کی تلاش میں پریڈی کوارٹرز کی میکلین اسٹریٹ میں موڑ لی۔ انہوں نے اپنی موٹر سائیکل فاروق مینشن کے گراؤنڈ فلور پر واقع ایک اسپیئر پارٹس کی دکان سینٹرل آٹو اسٹورز کے سامنے کھڑی کردی کہ اچانک فاروق مینشن کی چھت سے ایک شکستہ دیوار زبردست دھماکے سے گرگئی اور اینٹ کا ایک بڑا ٹکڑا جوزف اور شمس کے سروں پر گر گیا۔ جوزف موقع پر ہی ہلاک ہوگئے جبکہ ان کے بھائی کے سر اور کمر پر شدید چوٹیں آئیں۔ گرنے والی دیوار کا زیادہ تر ملبہ متصل عمارت کی چھت پر جو فاروق مینشن سے ایک منزل کم ہے، گر گیا۔ کچھ وقفے کے بعد شمس کو سینٹرل آٹو اسٹور میں لایا گیا جس کے مالک عبدالوحید اور ملازم محمد سعید نے ایمبولینس کے لئے فون کیا۔ دریں اثناء پہلی منزل کے فلیٹ کے مکین فتح شیر خان نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس موقع واردات پر پہنچ گئی اور حالات کے بارے میں فتح شیر خان اور قریبی رہائش پذیر انسپکٹر بٹ سے معلومات حاصل کیں۔ جوزف کی تباہ شدہ موٹر سائیکل گارڈن تھانہ پہنچادی گئی۔ جوزف کی لاش کو سول اسپتال پہنچایا گیا جہاں ایم ایل او نے ڈیتھ سرٹیفکیٹ جاری کیا اور لاش کو سہراب گوٹھ پر واقع ایدھی مردہ خانہ پہنچادیا گیا۔ جوزف یوجین کو ان کے آبائی گاؤں خرم پورہ خانیوال کے مسیحی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ جوزف یوجین کی عمر 42 سال تھی، انہوں نے پسماندگان میں بیوہ انیلا بنت رابرٹ اور دو بیٹے جوشوا اور آرون جیسپر چھوڑے ہیں۔

کراچی میں سڑکوں کی کمرشلائزیشن کے سرکاری فیصلے کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے شھری سی بی ای مقامی کونسلروں کے ساتھ رابطہ کر رھی ھے

شھری سرگرمیاں

شھری رپورٹ

شہری سی بی ای کے تیرہویں سالانہ اجلاس عام کی روداد

اجلاس میں کے بی سی اے نگران کمیٹی کی تحلیل پر بحث کی گئی اور حکومت کے اس فیصلے کی بھرپور مذمت کی گئی

شہری سی بی ای کا تیرہواں سالانہ اجلاس عام 7 جون 2003ء بروز ہفتہ شام پانچ بجے شہری کے دفتر میں منعقد ہوا، جس میں منتظمہ کمیٹی کے مندرجہ ذیل ارکان موجود تھے۔

1- جناب خطیب احمد (چیئرمین)
2- ڈاکٹر سید رضا علی گردیزی (وائس چیئرپرسن)
3- محترمہ امبر علی بھائی (جنرل سیکریٹری)
4- جناب حنیف اے ستار (خزانچی)
5- جناب رولینڈ ڈی سوزا (رکن عاملہ)
6- جناب سلمان ہارون
7- محترمہ نائلہ احمد
8- جناب مقصود اکبر
9- جناب ڈیرک ڈین
10- محترمہ برنا ڈیٹ ڈین

شہری سی بی ای کے جنرل باڈی کے مندرجہ ذیل اراکین اجلاس میں شریک ہوئے۔

1- جناب فرحان انور
2- جناب رضوان عبداللہ
3- جناب ڈاکٹر خیروی اے ایم
4- ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صدیقی
5- محترمہ وکٹوریہ ڈی سوزا

ایجنڈا

1- 11 مئی 2002ء کو منعقد ہونے والے بارہویں سالانہ اجلاس عام کی کارروائی کی توثیق۔
2- انجمن کے کام سے متعلق سالانہ رپورٹ کی منظوری۔
3- 31 دسمبر 2002ء تک کے آڈٹ شدہ حسابات کے گوشوارے کی منظوری۔
4- سال 2003ء کے لئے آڈیٹرز کی تقرری اور ان کے معاوضے کو مقرر کرنا۔
5- چونکہ انتخابات کا سال تھا، لہٰذا نئی مجلس عاملہ کے انتخاب کے لئے سالانہ اجلاس عام کے بعد انتخابات منعقد کیے گئے۔
6- صدر کی اجازت سے کسی دیگر مسئلہ کی شمولیت۔

اجلاس

اجلاس میں بارہویں سالانہ اجلاس عام کے نکات کی منظوری دی گئی۔ ان کی تجویز جناب رضوان عبداللہ نے پیش کی جبکہ ڈاکٹر خیروی اے ایم نے تائید کی۔

شہری سی بی ای کے چیئرپرسن جناب خطیب احمد نے رپورٹ پڑھی۔ انہوں نے سندھ کے سابق گورنر میاں محمد سومرو کے جاری کیے گئے ریگولرائزیشن آرڈیننس کے خلاف شہری کی کوششوں کی تفصیلات بیان کیں، جس نے کراچی کو تحریری طور پر بلڈر مافیا کے حوالے کر دیا تھا۔ جناب خطیب احمد نے گٹر باغیچہ کو تجاوزات سے بچانے کے لئے شہری کی جدوجہد پر مفصل بحث کی۔ کے بی سی اے نگراں کمیٹی کی تحلیل پر بھی بحث کی گئی اور اس فیصلے کی مذمت کی گئی۔

شہری سی بی ای کے ای ایس سی کے ہمراہ ٹیرف میں کمی کے سلسلے میں رابطہ کر رہی تھی اور اس سلسلے میں بل کے ڈرافٹ کو حتمی شکل دینے کے سلسلے میں معاونت کر رہی تھی ایک اور مسئلہ جس پر جناب خطیب احمد نے بحث کی وہ شہر مین سڑکوں کی کمرشلائزیشن تھا اور شرکاء کو مطلع کیا گیا کہ حکومت کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے مقامی کونسلروں کے ساتھ شہری سی بی ای رابطہ کر رہی ہے۔

سالانہ رپورٹ برائے سال 2003ء کی منظوری کے لئے جناب رضوان عبداللہ نے تجویز پیش کی جس کی تائید جناب مقصود

نے کی۔ سالانہ آڈٹ رپورٹ کی منظوری کے لئے تجویز جناب ڈیرک ڈین نے پیش کی جبکہ اس کی تائید محترمہ وکٹوریہ ڈی سوزا نے کی۔ آڈیٹر کے لئے =/5,500 روپے معاوضہ مقرر کیا گیا۔ اس کی تجویز جناب رضوان عبداللہ نے پیش کی اور اس کی تائید جناب مقصود اکبر نے کی۔

سال 2003ء کے پروجیکٹوں اور پروگراموں پر بھی بحث کی گئی۔ فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کے تعاون سے شروع کئے جانے والے پروجیکٹوں کے علاوہ شہری سی بی ای 2003-05 میں سینڈزپٹ/ ہاکس بے پر سبز کچھوؤں کے ساحلی ماحول کی بحالی کے ایک منصوبے (یو این ڈی، ایس جی پی/ پروگرام) پر بھی کام کرے گی۔

حسابات کو منظور کرنے کے لئے جناب ڈیرک ڈین نے تجویز پیش کی اور محترمہ وکٹوریہ ڈی سوزا نے اس کی تائید کی۔ حسابات کی منظوری دے دی گئی۔

سال 2003ء کے لئے آڈیٹرز کی پیشہ ورانہ فیس =/5,500 روپے مقرر کی گئی۔ اس کی تجویز رضوان عبداللہ نے پیش کی اور ڈاکٹر خیروی نے تائید کی۔

2003ء الیکشن کا سال تھا۔ کاغذات نامزدگی تمام ایسے ارکان کو جنھوں نے رکنیت کی فیس ادا کردی تھی، بذریعہ ڈاک ارسال کئے گئے تھے۔ مندرجہ ذیل ارکان کی نامزدگیاں وصول کی گئیں۔

1- جناب نوید حسین
2- محترمہ امبر علی بھائی
3- ڈاکٹر ایس رضا علی گرویزی
4- جناب حنیف اے ستار
5- جناب رضوان عبداللہ
6- جناب رولینڈ ڈی سوزا
7- جناب ڈیرک ڈین
8- جناب قاضی فائز عیسیٰ
9- ڈاکٹر خیروی اے ایم

جناب قاضی فائز عیسیٰ اور ڈاکٹر خیروی کے کاغذات نامزدگی درست نہیں پائے گئے۔ چیئرپرسن کے لئے دو امیدواروں جناب نوید حسین اور رولینڈ ڈی سوزا کے درمیان مقابلہ تھا۔ خفیہ رائے شماری کے ذریعے جناب رولینڈ ڈی سوزا کامیاب قرار پائے۔

2003-05ء کے لئے نئی مجلس عاملہ کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

1- جناب رولینڈ ڈی سوزا (چیئرپرسن)
2- ڈاکٹر ایس رضا علی گرویزی (وائس چیئرپرسن)
3- محترمہ امبر علی بھائی (جنرل سیکریٹری)
4- جناب رضوان عبداللہ (خزانچی)
5- جناب خطیب احمد (رکن عاملہ)
6- جناب حنیف اے ستار (رکن عاملہ)
7- جناب ڈیرک ڈین (رکن عاملہ)

سال 2003ء کے پروگرام

شہری سی بی ای سال 2003ء میں مندرجہ ذیل پروگراموں پر عملدر آمد کرے گی۔ یہ تمام پروگرام فریڈرک نومان فاؤنڈیشن کی جانب سے موصول ہونے والے عطیات کی معاونت سے کئے جائیں گے۔

1- شہری ضلعی حکومت کراچی کے جمشید ٹاؤن میں سٹیزن کمیٹی بورڈ (سی سی بی) کی تشکیل میں سہولیات فراہم کرنا۔

الف: سٹیزن کمیونٹی بورڈ کی تشکیل کے لئے طریقہ کار منتخب کرنے اور شہری سی بی ای اور جمشید ٹاؤن یونین کونسل کے درمیان مربوط میکنزم کو حتمی شکل دینے کے لئے ٹاؤن/ یونین کونسل ممبران کے ساتھ دو مشاورانہ ورکشاپس کا انعقاد۔

ب: شہری کے دفتر میں مقامی لوگوں (جنھیں یونین کونسلروں/ مقامی غیر سرکاری تنظیموں/ شہری گروپوں سے رابطہ کے بعد منتخب کیا گیا) کے ساتھ مشاورانہ اجلاس۔

ج: سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے کام/ فرائض کے بارے میں مقامی لوگوں کے منتخب گروپ کو تربیت دینے کے لئے تربیتی/ مشاورتی ورکشاپ۔

2- شہری کے تصور کو بہتر بنانے کے لئے دو سیمیناروں کا انعقاد

ان سیمیناروں میں شہری تمام مکتبہ ہائے فکر کے افراد مثلاً سیاستدانوں، بینکاروں، مقامی صنعتکاروں، سرمایہ کاروں کو شرکت کی دعوت دینے کی خواہشمند ہے۔

3- اسلحہ سے آزاد معاشرہ کے ہمارے عزم کی تجدید کے لئے ایک سیمینار کا انعقاد اور مزید اسٹیکروں کی تقسیم

4- امن اور رواداری

5- سماجی ذمہ داری

کھلی جگہوں (پارک) کا تحفظ اور کراچی شہر کے لئے پارک مینجمنٹ پلان کی ترقی۔ مندرجہ ذیل سرگرمیوں پر عملدر آمد کیا جائے گا۔

الف: گٹر باغیچہ بچاؤ مہم کی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لئے ایک سیمینار۔

ب: شہری ضلعی حکومت کراچی کے شعبہ باغات کے تعاون سے مشاورتی ورکشاپس کا انعقاد جن میں کراچی شہر کے لئے پارک مینجمنٹ پلان کے لئے حکمت عملی اور منصوبوں کو مرتب کرنے کے لئے متعلقہ ذمہ داران شرکت کریں گے۔

ج: کراچی میں تمام پارکوں کی نشاندہی کرنے اور کراچی شہر کے (شہری حکومت کی حدود میں واقع) تمام پارکوں کی حالیہ ترقیاتی حیثیت کے خصوصی نکات کی نشاندہی کرنے کے لئے ایک سٹی پارکس ڈائریکٹری کی تیاری (اشاعت)۔

6- صارفین کا تحفظ

کراچی کے شہریوں کے لئے پینے کے صاف پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے تائیدی مہم۔ مندرجہ ذیل سرگرمیوں پر عمل کیا جائے گا۔

الف: کراچی میں پانی کی فراہمی کے نظام (فلٹر/ ٹریٹمنٹ سسٹم/ ذخائر وغیرہ) بشمول پانی کے معیار، پانی کی چوری اور دیگر متعلقہ مسائل کے متعلق اطلاعات کی فراہمی کے لئے بروشر/ کتابچوں کی رونمائی کی جائے گی۔

7- ہیلپ ڈیسک

جمشید ٹاؤن کے دفتر میں علاقہ کے مسائل حل کرنے اور نگرانی کرنے کے ضمن میں متعلقہ منتخب نمائندوں کی معاونت اور مدد کرنے کے لئے شہری ہیلپ ڈیسک کو برقرار رکھا جائے گا۔

شہری یو این ڈی پی کے ہمراہ

کچھوا بچاؤ میں مدد کیجئے کے پروجیکٹ کے لئے شہری سی بی ای نے یو این ڈی پی سے ان کے چھوٹے امدادی پروگرام کے تحت تعاون کی درخواست کی ہے۔ اس پروجیکٹ کو یو این ڈی پی پہلے ہی منظور کر چکی ہے۔ یہ پروجیکٹ دو برس تک جاری رہے گا جس کا مقصد سبز سمندری کچھوے کے حیاتیاتی ماحول کو تحفظ دینے کی دیرپا سرگرمیوں اور پروگراموں کی ترقی میں مدد کرنا ہے۔ ہم اس سلسلے میں اپنی رکن محترمہ نائلہ احمد جو اس پروجیکٹ کی خالق ہیں، اور جناب فرحان انور، ایڈیٹر، رکن شہری جنھوں نے اس تصور کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے اپنی پیشہ ورانہ تعاون اور مہارت پیش کی، کے شکر گزار ہیں۔

خصوصی فیچر

ش۔فرخ

روٹی اور پانی کا تحفظ

بغیر سوچے سمجھے عالمی پروگراموں کی اندھادھند تقلید اور خراب نظم ونسق کی وجہ سے عام شخص کی زندگی متاثر ہورہی ہے

"اچھی کارکردگی" کے باوجود اس حقیقت میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی کہ ایک تہائی سے زیادہ پاکستان کی آبادی خط غربت کے نیچے زندگی گزار رہی ھے

ایک اخبار میں چھپنے والی یہ تصویر، لاہور کی ایک بند دکان کے سامنے سڑک کے کنارے بیٹھی ایک عورت کی ہے۔ اس کے ساتھ تین بچیاں ہیں۔ ایک گود میں اور دو ننگی زمین پر سو رہی ہیں۔ غریب عورت۔ یہ نہیں معلوم کہ وہ کیا حالات تھے جن سے مجبور ہوکر وہ اپنی تمامتر بے بسی اور بے سروسامانی اٹھائے یہاں آ گئی۔ ان بچیوں کا والد کہاں گیا، بھوک افلاس نے ان کی جان لے لی یا وہ روٹی کی تلاش میں کہیں دور نکل گیا۔

موجودہ حکومت کے چار سال پورے ہوگئے۔ ان چار برسوں کا تجزیہ کرنے کے لئے خصوصی مضامین اور اداریے شائع ہوئے۔ ایک اداریے کے مطابق جنرل پرویز مشرف نے چار سال قبل اپنا جو سات نکاتی ایجنڈا پیش کیا تھا اس میں دیگر امور کے علاوہ معیشت کی بحالی کے ضمن میں کی گئیں کوششیں جزوی طور پر کامیاب ہوئی ہیں، مثلاً غربت دور نہیں ہوئی جبکہ یوٹیلیٹی بلز آئی ایم ایف کے محکوم بن کر رہ گئے۔

ایک مضمون کے مطابق ہماری معیشت ایک بار پھر تنگ نظر اصطلاح میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ہر متمول ڈونر نے پاکستان کے لئے اپنے خانے کھول دیئے ہیں۔ ہم جو دہشت گردی کے خاتمے کے لئے امریکہ کو خدمات پیش کر رہے ہیں اس کے عوض ہمیں کثیر رقوم سے نوازا جارہا ہے۔ بظاہر ہماری معیشت بحال ہورہی ہے لیکن خط غربت مزید بڑھ رہا ہے اور بیروزگاری میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔

سرکاری دعووں اور حقیقی صورتحال کا تضاد 17 جولائی 2003ء کو اسلام آباد کی ڈیٹ لائن کے ساتھ شائع ہونے والی اس رپورٹ سے بھی ظاہر ہے اس کے مطابق غربت کے خاتمے کی مد میں مختص کئے گئے اخراجات میں مالیاتی سال 03-2002ء کے پہلے 9 ماہ کے دوران 11 فیصد کی کمی واقع ہوئی جبکہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس عرصے میں غربت کی کمی میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ مثلاً خوشحال پاکستان کے منصوبوں کے تحت 9 لاکھ عارضی ملازمتیں پیدا کی گئیں اور زکوٰۃ فنڈ کے ذریعے 9 لاکھ 40 ہزار افراد کو مالی امداد فراہم کی گئی۔

مذکورہ رپورٹ کے مطابق خوشحالی بینک 2004ء تک ملک کے ہر ضلع میں قائم کردیا جائے گا۔ سردست اس منصوبے کے تحت گزشتہ مالی سال کے وسط تک 2.47 بلین روپے تقسیم کئے گئے جس سے 2,63000 افراد مستفید ہوئے۔ توقع ہے کہ اس کا تسلسل قائم رہے گا، اس کے باوجود اس ملک کے غریبوں کی تعداد میں ایسی مثبت تبدیلی لانا کہ وہ نظر آئے بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اس نوعیت کی ''اچھی کارکردگی'' کے باوجود اس حقیقت میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی کہ ایک تہائی سے زیادہ پاکستان کی آبادی خط غربت کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ یہ بات عوام کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے والی خدمات اور اشیاء کی ترسیل کے شمار سے واضح ہوئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غذا کے عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ یہی ہیں وہ جو بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں، جنہیں روٹی کا تحفظ چاہئے۔ روٹی ان کا انسانی حق ہے، زمین کا وہ ٹکڑا ان کا انسانی حق ہے جس پر وہ اپنے خاندان اور دیگر لوگوں کے لئے غذا پیدا کرسکیں۔ صاف پانی اور صاف ہوا ان کا حق ہے۔ اس فطرت پر ان کا حق ہے جسے وہ اپنی تمامتر نباتاتی اور حیاتی تنوع کے ساتھ اصل حالت میں محفوظ کرسکیں۔ یہ ان کا حق ہے کہ جو رقوم ان کے نام پر ان کی بہتری اور فائدے کی خاطر قرض لی جاتی ہیں، انہیں اس کے بارے میں علم ہو اور ایسا کرتے وقت ان سے مشورہ کیا جائے۔

پاکستانی عورت امتیازی قوانین کی وجہ سے گھریلو اور سماجی تشدد کا شکار ہے، اسے نام نہاد عزت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے، وہ غریب ملک میں غریب تر ہے، جس کی بنیادی وجہ پدرشاہی اور جاگیرداری نظام کے روایتی رویے ہیں

بھوک کے تواتر کے اسباب پیدا کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ کسانوں سے زمین لینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، شرکت گاہ نے غذا کے تحفظ پر کانفرنس کا اہتمام کیا تو اس قسم کی باتیں سننے میں آئیں۔

روٹی کا تحفظ، ان بچوں کو معلوم نہیں جو اپنی ماں کے ساتھ سڑک کے کنارے دھول کے بستر میں سو رہے تھے۔

صاف پانی کا تحفظ، لاسی پاڑہ بلدیہ ٹاؤن کے رہنے والوں کو میسر نہیں جو رستی ہوئی پائپ لائن سے نکلنے والے پانی کو گڑھے سے پلاسٹک کے جگوں کی مدد سے اتنی احتیاط سے نکال رہے تھے کہ کہیں اس میں کوئی کیڑا مکوڑا نہ آ جائے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ پانی کس قدر آلودہ ہے، اس میں کتنی آلائشیں ہیں، انہیں شاید صاف اور آلودہ پانی میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں کہ کبھی صاف پانی میسر نہیں آیا۔ اس طرح کے مناظر پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں اور مقامات پر بھی نظر آتے ہیں جبکہ ملک میں ایسے بے شمار دیہات ہیں جن میں رہنے والوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔

صدر پرویز مشرف نے او آئی سی سمٹ کے بعد ایک پریس کانفرنس کے دوران ایک سوال کہ آپ نے پاکستانی عورتوں کے لئے کیا کیا؟ کہا کہ کسی غیر ملکی صحافی کی جانب سے یہ سوال آنا اس بات کی شہادت ہے کہ عام پاکستانی عورت تشدد کا شکار ہے۔ وہ امتیازی قوانین کی وجہ سے گھریلو اور سماجی تشدد کا شکار ہے۔ وہ روایتوں کی شکار ہے۔ اسے نام نہاد عزت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے۔ وہ غریب ملک میں غریب تر ہے، جس کی بنیادی وجہ پدرشاہی اور جاگیرداری نظام کے روایتی رویے ہیں۔ عام عورت، خصوصاً دیہی عورت کو تعلیم اور صحت کی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ صدر پرویز مشرف نے صحافی کے سوال کا جواب دیا کہ ہم نے اپنے ہاں کی عورت کو طاقت دی ہے۔ اسے سیاسی عمل میں شامل کیا ہے تاکہ وہ خود اس قابل ہو جائے کہ اپنے اچھے برے کا خیال رکھ سکیں۔ اپنے فیصلے خود کر سکے۔

درست، موجودہ حکومت نے سیاسی عمل میں عورتوں کو نمایاں طور پر شرکت دی ہے لیکن ہر طرف سے یہی سننے میں آ رہا ہے کہ ایوانوں میں نمائندہ خواتین کو خاطر خواہ اختیارات حاصل نہیں ہیں، مقامی حکومت میں جن خواتین کو نمائندگی دی گئی ہے ان کی اکثریت غیر تعلیم یافتہ ہے، انہیں اپنے فرائض کے بارے میں ضروری معلومات اور تربیت حاصل نہیں ہے۔

شرکت گاہ کی کانفرنس میں گھوٹکی کے محمد اعظم نے جو کچھ کہا وہ دیہی عورتوں کی عام صورتحال کی مثال تھی کہ زراعت میں 90 فیصد کام عورتیں کرتی ہیں، ان کے پسماندہ علاقے کے بیشتر دیہاتوں میں بجلی نہیں ہے اور 15 ہزار کی آبادی میں ایک عورت بھی پڑھی لکھی نہیں ہے۔ عورت پر تشدد کا یہ عالم ہے کہ اسے ایک ہڈی اور بوٹی پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ وہ گھر سنبھالتی ہے، نامساعد حالات میں بچوں کی پرورش کرتی ہے، نیز دن بھر کھیتوں میں محنت کرتی ہے اس کے باوجود مرد اس پر غالب ہے۔ وہ مرد کی دست نگر ہے۔

اور پھر محمد اعظم چاچڑ نے کسان کی بدحالی کا ذکر بھی کیا کہ جب کسان اپنی فصل کے لئے اپنا بیج استعمال کرتا تھا تو اس کی معاشی حالت بہتر تھی۔ وہ اپنی اگائی ہوئی فصل سے اگلے موسم کے لئے بیج محفوظ کر لیتا تھا۔ اس کے لئے اسے کوئی رقم ادا نہیں کرنی پڑتی تھی جبکہ اب اسے مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنی زمین میں بدیشی بیج کاشت کرے جسے عام اصطلاح میں پیٹنٹ (Patent) بیج کہتے ہیں۔

یہ جو عالمگیریت کا ایک حصہ ہے یہ اس معاہدے کا حصہ ہے جو ہم نے ڈبلیو ٹی او یعنی ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے تحت کئے ہیں۔ ڈبلیو ٹی او کا تعلق حکومت میں یونائیٹڈ نیشنز سے نہیں ہے۔ یہ بظاہر انسانی حقوق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قائم کی گئی تھی لیکن چھوٹے اور غریب ممالک چونکہ بڑی طاقتوں کی مقروض ہیں جس کی بناء پر وہ تقریباً کولونائزڈ ہو چکی ہیں، اس لئے ان میں انکار کی سکت نہیں ہے۔ اگر وہ ہماری زمینوں پر ہمارے انسانی وسائل کے بل بوتے پر تجربات کرنا چاہیں تو ہم مجبور ہیں کہ انہیں اس کی اجازت دیں۔ مثلاً بیسویں صدی کے چھٹے عشرے میں ''سبز انقلاب'' کے نام پر اعلیٰ تکنیکی رو سے سر بمہر بیج، کھاد اور کیڑے مار دواؤں کو دنیا بھر میں خوش آمدید کہا گیا کہ اس سے زرعی پیداوار میں نمایاں اضافے کا دعویٰ کیا گیا تھا اور یہ بھی کہ زراعت کے بنیادی ڈھانچے میں نمایاں تبدیلی کے تردد اور کم محنت میں پیداوار کئی گنا بڑھ جائے گی۔

ترقی پذیر، پسماندہ اور غریب ملکوں کے لئے یہ ایک نوید تھی کہ ان کی بڑھتی ہوئی آبادی میں کثیر زرعی پیداوار ان کے لئے غذا کا تحفظ فراہم کرے گی، لیکن وقت کے ساتھ یہ حقیقت واضح ہوئی کہ زرعی پیداوار گھٹنے لگی۔ زمین کی زرخیزی کم ہونے لگی اور اخراجات بڑھتے گئے، لیکن ماہرین کا کہنا ہے کہ جنوبی ایشیا جس میں پاکستان بھی شامل ہے اس میں غذا کا عدم تحفظ محض زرعی ٹیکنالوجی کی ناکامی کی بدولت ہی نہیں بلکہ اس میں معیشت کی عالمگیریت کا بھی بڑا ہاتھ ہے جس کے تحت بنیادی ڈھانچے میں تبدیلی کے پروگرام (Structural Adjustment Program) پر عملدرآمد کے نتیجے میں غذائی فصلوں کے بجائے ایسی کیش فص[illegible] ترجیح دی گئی جس سے برآمدات میں اضافہ کیا جا سکے لیکن نتیجتاً غذا کا تحفظ کم ہوتا گیا اور وہ غریب جسے مذکورہ اصطلاحات سے قبل بھی کم غذا میسر تھی وہ مزید بھوکا ہو گیا۔

بغیر سوچے سمجھے اور عالمی پروگراموں کی اندھا دھند تقلید دراصل ہماری ملکی پالیسیوں کی کمزوری کے علاوہ وسائل کا ناقص استعمال اور نظم و نسق کی خرابیاں عام شخص کی زندگی کو متاثر کرتی ہیں۔ مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق حکومتی سطح پر کارپوریٹ کاشتکاری پر غور کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لئے 2 کروڑ ایکڑ زمین حاصل کی جائے گی جس سے بڑ[illegible]اد میں مقامی کسانوں کی بے دخلی کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں جبکہ ہمارے ہاں پانی زراعت اور انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ناکافی ہے تو پھر کارپوریٹ کاشتکاروں کے لئے پانی کہاں سے فراہم کیا جائے گا۔ کیا یہی ہوگا کہ غریب کسانوں اور غریب عوام کا پانی کاٹ کر اس عظیم منصوبے پر صرف کیا جائے گا۔

(آئی پی سی فیچر سروس)

جنوبی ایشیا کا شمار انسانی ترقی کی علامتوں کے حوالے سے دنیا کے سب سے محروم خطوں میں کیا جاتا ھے۔ نوید حسین حالات کو بھتری کے ضمن میں چند سیاسی اور مالیاتی تدابیر بیان کرتے ھیں

جنوبی ایشیاء میں تحفظ اور ماحول

پاکستان اور ھندوستان دفاع کی مد میں 18ارب ڈالر سالانہ خرچ کر رھے ھیں جو بڑھتی ھوئی غربت کا بنیادی سبب ھے اور جس کی وجہ سے ترقیاتی سرگرمیاں متاثر ھورھی ھین

تبصرہ

نوید حسین

پاکستان کی آبادی 1947ء میں تین کروڑ دس لاکھ تھی جبکہ موجودہ دور میں اس کی آبادی کا تخمینہ 12 کروڑ پچاس لاکھ سے زیادہ لگایا گیا ہے۔ سرکاری اندازوں کے مطابق آبادی میں اضافے کی رفتار 3.1 فیصد سالانہ ہے جبکہ دیگر اداروں کے مطابق آبادی میں اضافہ 3.6 فیصد سالانہ کے حساب سے ہورہا ہے اور موجودہ آبادی 13 کروڑ ہے۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ 2000ء تک پاکستان کی آبادی 16 کروڑ 50 لاکھ تک پہنچ جائے گی، یہ کروڑوں افراد جن میں سے صرف 31 فیصد خواندہ ہیں، ہمارا ووٹ بینک ہوں گے۔ آٹھ سال کے اس قلیل عرصے میں آبادی میں 4 کروڑ کے اس اضافے سے دنیا کا شاید ہی کوئی ملک نبرد آزما ہوسکے۔ 4 کروڑ کی یہ تعداد جرمنی کی تقریباً آدھی اور انگلینڈ کی دوتہائی یا فرانس کی آبادی کی نمائندگی کرتی ہے۔ 2000ء تک 4 کروڑ افراد کے اس اضافے کے لئے موجودہ معیار زندگی کو برقرار رکھنے اور موجودہ 400 ڈالر فی کس آمدنی کو برقرار رکھنے کے لئے حالیہ 50 ارب ڈالر کی مجموعی قومی پیداوار میں 16 ارب ڈالر کا اضافہ کرنا ہوگا۔ اس کی وجہ سے ترقیاتی کاموں کے لئے کچھ نہیں بچے گا اور ہم غربت اور ماحولیاتی تنزلی میں مزید پستی کی طرف چلے جائیں گے۔

بڑھتی ہوئی آبادی، جہالت، گھٹتے ہوئے ذرائع، غربت اور ماحول کے مسائل کے درمیان گنجلک واسطے کا تجزیہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ایک ارب 20 کروڑ سے زائد افراد جنوبی ایشیا میں آباد ہیں جو پوری نوع انسانی کا پانچواں حصہ ہے۔ جمہوری نظام میں اچھی حکمرانی کا اصول اور ناخواندگی براہ راست لازم و ملزوم ہیں۔ ایک پرانی کہاوت ہے کہ لوگوں کو ویسے ہی حکمران ملتے ہیں جن کے وہ حقدار ہوتے ہیں، یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔

جنوبی ایشیا کے تمام ممالک کے مقابلہ میں پاکستان میں انسانی ذرائع کو ترقی دینے کے معاملے کو ہمیشہ کم ترجیح دی گئی ہے۔ ایک ایسے معاشرہ میں جہاں تعلیم اور صحت کے شعبے پر کم سے کم خرچ کیا جاتا ہو وہاں حقیقی ترقی کی امید بمشکل ہی کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کے تناظر میں محدود مادی چیزوں کے عظیم اثاثے معنی خیز سماجی ترقی کے مساوی کبھی نہیں ہونے چاہئیں۔ جنوبی ایشیا کی ترقی کے سوال کے ضمن میں ہمیں بحرالکاہل کے نئے صنعتی ممالک سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ان تمام ممالک میں ایک چیز مشترک تھی اور وہ تھی مستحکم حکومتیں، جس کی وجہ سے ان ممالک کو طویل المیعاد ترقیاتی منصوبے بنانے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کا وقت مل گیا۔ ٹیکنوکریسی، میرٹ، نجی شعبے کے ادارے اور سیاسی استحکام نئے صنعتی ممالک کی ترقی اور بڑھوتری کی بنیادیں ہیں۔ نئے صنعتی ممالک کے بجٹ کا 15 سے 20 فیصد حصہ تعلیم کی مد میں خرچ کیا جاتا ہے جو قومی تعمیر و ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ ابتدائی برسوں میں ان ممالک میں مقامی صنعتوں کے ساتھ ساتھ تحفظ دینے کی پالیسی نے بہت فائدہ پہنچایا ہے جس کے نتائج آج خود گواہی دیتے ہیں۔ نئے صنعتی ممالک میں مقامی صنعتیں اب بین الاقوامی منڈیوں میں غیرملکی سرمایہ کاری کرنے کے ساتھ مزید روزگار کی فراہمی اور فروغ میں مسابقت کررہی ہیں۔ جبکہ دوسری سمت جنوبی ایشیا میں ہم، مذہب، نسلی تنگ نظری، فرقہ پرستی، کوٹہ سسٹم اور دیگر غیراہم مسائل کے ساتھ الجھتے ہوئے پستی میں گرتے چلے جارہے ہیں۔ نوکرشاہی کے جبر، فوجی آمریت اور سرکاری محکموں کے ناجائز استعمال نے عوام کو ترقیات میں حصہ دار

بنانے کے بجائے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ جنوبی ایشیا کے پاس عموماً اور پاکستان کے پاس خصوصاً نئے صنعتی ممالک کے تجربات کی تقلید کرنے کا موقع موجود تھا، لیکن مستحکم حکومتوں کی نااہلیت اور لالچ کے نتیجہ میں یہ موقع ہم نے کھودیا۔

اب وقت آ گیا ہے کہ جنوبی ایشیا دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں غور و فکر کرے۔ اختلافات کے مقابلے میں تعاون سے کہیں زیادہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان دفاع کی مد میں 18 ارب ڈالر سالانہ خرچ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے برسوں سے ترقیاتی سرگرمیاں بہت بری طرح متاثر ہو رہی ہیں اور بڑی حد تک موجودہ حالات کی ذمہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ حالات کے تحت جنوبی ایشیا میں علاقائی تعاون اور ترقی پاک بھارت تعلقات کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے اور اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں غیر ضروری فوجی اخراجات یا ترقی کے درمیان انتخابات کرنا ہے۔ اور حتمی طور پر بڑی علاقائی طاقت ہونے کے ناطے ہندوستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ چھوٹے ہمسایہ ممالک کے خوف اور خدشات کو دور کرے۔ ریاستوں کے درمیان اور ریاستوں کے اندرونی تضادات محرومی کی قیمت پر صرف موجودہ حالات کو استحکام دیتے ہیں۔ کروڑوں غریب عوام کے لئے اب اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے کہ باہمی تعاون کے ذریعہ ترقی کی راہ کا انتخاب کیا جائے۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اندرونی اور بیرونی جھگڑوں میں معاشرہ کے طاقتور طبقے غریب عوام کو ہمیشہ ایندھن کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان حالات میں محروم طبقات کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ محروم طبقات کے ووٹ اور آواز کو مختلف طریقوں سے سازباز کر کے اپنے حق میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی اہمیت کم کر دی جاتی ہے۔ جنگوں کی صورت میں غریب عوام نہ فاتح ہوتے ہیں اور نہ مفتوح کیونکہ یہ انہیں بڑی بدحالی اور غربت کی سمت لے جاتی ہیں،

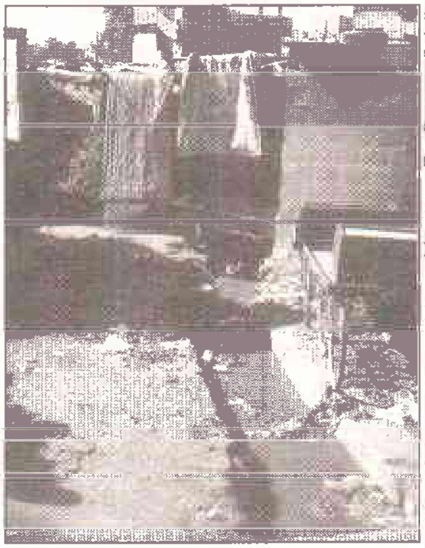

کراچی کی کچی آبادیاں شہر کے لئے باعث شرم ہیں

ترقیاتی عمل کے موثر اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں معاشرہ کے تمام طبقات حصہ دار ہوں۔ حتیٰ کہ غیر سرکاری تنظیمیں بھی سرکاری اداروں کی جگہ نہیں لے سکتیں یہ ریاست اور عوام کے درمیان صرف ایک پل کا کردار ادا کرتی ہیں۔ شریک انجمنیں بھی معاون اور ترقیات کے نمونوں کی حیثیت سے کردار ادا کر سکتی ہیں۔

ایسی شریک انجمنوں کو جنوبی ایشیا میں بڑھتے ہوئے معاشرتی انتشار کو روکنے کے مواقع حاصل ہیں۔ جبکہ یہ بے حد دشوار ہے کہ ریاستی اداروں میں بگاڑ کو روکا جائے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ طبقات کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے منظم اور لیس کیا جائے۔ مزید برآں طبقات کو منظم کرتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ طاقتور پریشر گروپ بنائے جائیں جو ریاست کو مجبور کریں کہ وہ طبقات کے مطالبات کو تسلیم کرے۔

مندرجہ بالا واضح کئے گئے مسائل کا ادراک کرتے ہوئے علاقائی ممالک کو ایک علاقائی ترقیاتی بینک کے قیام کی ضرورت کا جائزہ لینا چاہئے۔ جن کا مقصد وسیع ترقیات سے متعلق مسائل کی نشاندہی، حکمت عملیاں وضع کرنا اور قومی سرحدوں سے ماورا پروجیکٹوں پر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ یہ بینک مکمل طور پر خالصتاً ٹیکنو کریٹس پر مشتمل ہونا چاہئے جو ہر قسم کی سیاسی وابستگی یا مذہبی تعصب سے مبرا ہونے چاہئیں۔ اس بینک کی سفارشات تمام ممالک کے لئے ابتدائی ہونی چاہئے تاکہ ترقیات اور تعاون کا عمل سیاستدانوں، مذہبی متعصب افراد اور فوجی طالع آزماؤں کے نظریات اور اختلافات کا یرغمال نہ بن سکے۔ سیاسی اختلافات اور ترقیات کے درمیان فرق کو لازماً واضح کیا جائے۔ یہ لازماً تسلیم کیا جائے کہ تصادم اگر کچھ کر سکتا ہے تو وہ ترقیات کی راہ میں رکاوٹ ہے اور تعاون سے کھنچاؤ میں کمی آئے گی اگرچہ ضروری نہیں کہ اس سے سیاسی مسائل حل ہو جائیں۔

مجوزہ جنوب مغربی ایشیائی ترقیاتی بینک کے پاس اقوام متحدہ کی طرز پر علاقائی رکن ممالک کی جانب سے دستیاب فنڈ سے لازمی اثاثے ہوں گے۔ جس میں ہر ملک کی جانب سے ایک مخصوص رقم بطور چندہ دی جائے گی۔ غیر ملکی امداد دینے والے ادارے اور ممالک کو اپنے فنڈز آہستہ آہستہ متعلقہ ممالک یا ریاستوں کو براہ راست دینے کے بجائے اس بینک کو بطور امداد دینے چاہئیں کیونکہ اس طرح ریاستیں بیرونی امداد کا استعمال کرتے ہوئے ان فنڈز کو فوجی آمریت کے استحکام، مقامی قومیتوں، مذہبی اقلیتوں اور عورتوں کا استحصال کرنے کے لئے خرچ کرتی ہیں۔ اس لئے بیرونی امداد دینے والوں کو مطالبہ کرنا چاہئے کہ علاقائی ممالک بیرونی عطیات کو مقامی وسائل کی حرکت پذیری کے ذریعہ مربوط رکھیں۔ اس کے نتیجے میں علاقائی ممالک بیرونی امداد کے لئے انفرادی طور پر اثاثے حاصل کرنے کی خواہش کرنے کے بجائے بینک کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون کرنے پر مجبور ہوں گے۔ بینک وسیع منصوبوں پر عملدرآمد کرنے میں مدد دے

جنوبی ایشیا کے تمام ممالک کے مقابلہ میں پاکستان میں انسانی ذرائع کو ترقی دینے کے معاملے کو ہمیشہ کم ترجیح دی گئی ھے ایک ایسے معاشر ہ میں جھاں تعلیم اور صحت کے شعبے پر کم سے کم خرچ کیا جاتا ھو وھاں حقیقی ترقی کی امید بمشکل ھی کی جاسکتی ھے

سکتا ہے جس کے لئے علاقائی قربت ضروری ہے۔ نسلی اور مذہبی انضمام کے لئے ضروری ہے کہ مکمل گروہی ترقی کے ذریعہ عملی اقدامات کئے جائیں۔ بینک علاقائی بحالی کے منصوبوں پر عمل کرتے ہوئے ترقیات میں تعاون کر سکتا ہے مثلاً بنگلہ دیش اکثر و بیشتر سیلابوں اور سمندری طوفانوں کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستان، بنگلہ دیش اور نیپال کے درمیان باہمی تعاون ضروری ہے۔ نیپال کے طاس کے علاقوں میں جنگلات کی کٹائی اور ہندوستان میں ڈیموں کی تعمیر کی وجہ سے بنگلہ دیش میں ماحولیاتی مسائل پیدا ہوئے ہیں جس کی وجہ سے قوم کی خود کفالت کی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے۔ علاقائی وسائل کے استعمال میں مساوی بنیاد پر حصہ داری کو یقینی بنایا جائے۔ کیونکہ اس عمل میں ناکامی تصادم کو جنم دے گی اور ماحولیاتی ابتری اور بڑھتی ہوئی غربت میں مزید اضافہ ہوگا۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے دباؤ اور ختم ہوتے ہوئے وسائل کی بناء پر یہاں وسائل کی منتقلی کے لئے مقابلہ بازی پر پابندی ہے۔ جنوب ایشیائی ممالک کے چھوٹے شریک ممالک کے مفادات کے تحفظ کے ضمن میں اور ایسے ترقیاتی بینک کا اعتبار قائم کرنے کے لئے چھوٹے ممالک کو سہارا دینے کے ضمن میں ان کو اضافی فوائد دینا چاہئے۔ ایک اور حل شمال سے جنوب کو صنعتوں کی منتقلی ہونا چاہئے تاکہ پھیلاؤ کو منتشر کیا جائے۔ ایسا صرف ایک ایجنڈے کے ذریعے کیا جاسکتا ہے جو صنعتی ممالک کے پھیلاؤ کی حدود متعین کرتا ہو۔ کچھ ممالک میں صنعتوں کے ارتکاز کے نتیجہ میں اعلیٰ سطح کا فروغ نہ تو ماحولیاتی طور پر مناسب ہے اور نہ سماجی طور پر مفید ہے اور نتیجتاً بڑے پیمانے پر عدم مساوات بین الاقوامی تنازعات پیدا ہوں گے۔

جنوبی ایشیا میں ترقیاتی حکمت عملیاں

ایک مکمل ترقیاتی پیکج کی حامل ہونی چاہئے جو آزاد اور غیر جانبدار انجمنوں کے ذریعہ منصوبے کی نگرانی، انتظام، احتساب اور اداراتی اصلاحات پر مشتمل ہوتا کہ بدعنوان اور نااہل سرکاری ایجنسیوں کی نگرانی کی جاسکے جو برسوں سے اربوں روپے کی خرد برد کرتی آئی ہے اور پسماندگی کا ایک بنیادی سبب ہے۔ دیسی لوگوں، کچلے ہوئے نسلی گروہوں، اقلیتوں، قومیتوں، خواتین اور بچوں کو ترقیاتی عمل میں ہمیشہ پیچھے چھوڑا جاتا رہا ہے اس لئے انسانی ترقی اور قدرتی وسائل کے درمیان باہمی انحصار کے لئے حکمت عملیاں طے کرنا ناگزیر ہے۔ اگر تیسری دنیا اور جنوبی ایشیا میں یہ پالیسیاں موثر ثابت ہوئیں تو پھر نئے افکار کو اختیار کرنا ضروری ہوگا اور یہ اکیسویں صدی کا چیلنج ہوگا۔ ⊛⊛⊛

بقیہ: کثیر القومی کمپنیاں

تین اصولوں کی حکمرانی کی ضرورت ہے۔ بین الاقوامی طور پر جوابدہی کے تحفظ کے لئے ضوابط ضروری ہیں۔ کارپوریٹ پردہ، بین الاقوامی معاہدوں کی موجودگی اور اقتصادی عالمگیریت کو سکیڑنے، تمام کے لئے بین الاقوامی ضوابط ناگزیر ہیں۔ دوم رضاکاریت کی ناکامی ظاہر کرتی ہے کہ قانونی طور پر قابل نفاذ پابند ضوابط ضروری ہیں۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ ڈبلیو ٹی او جہاں قوموں سے ماورا حقوق دیئے جاتے رہے ہیں، ایسے عملی ڈھانچے کی ترقی کے لئے نامناسب ہے۔ یہاں آزاد تجارت کے اہم اور نازک موضوع کے لئے نو آزاد نمونے کے ساتھ بے شمار مسائل جڑے ہوئے ہیں۔ لیکن ایسے ضوابط کن موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ احتساب کا عمل بہت سے مسائل پر قابو پاسکتا ہے۔ مثلاً مقامی لوگوں کے اپنے قدرتی وسائل کو محفوظ کرنے کے حقوق اور غلط طریقہ کار کے خلاف آواز اٹھانا۔ مقامی لوگوں کو اختیر دینے کے لئے دوبارہ قانونی لبادہ پہنانے کی ضرورت ہے۔ شفافیت کی قدر میں اضافہ کیا جائے۔ بین الاقوامی معیارات مثلاً مزدور اور ماحولیاتی اور انسانی حقوق کے کنونشوں پر الزامات۔ براہ راست ذمہ داری کارپوریٹ کے نقاب کو اتارتی ہے۔ ان جیسے پابند بنانے والے ضوابط کو ایک بین الاقوامی فریم ورک کے ذریعے براہ راست نافذ کرنا چاہئے۔ ساتھ ہی قومی قوانین کے ذریعے بالواسطہ طور پر ان پر مکمل عملدرآمد ہونا چاہئے۔ ایسا کرنے کے لئے بین الاقوامی سیاسی ذمہ داری کی ضرورت ہے۔ جوہنسبرگ میں ہونے والے عالمی سمٹ میں مستحکم ترقیات کے سلسلے میں نئے وعدے سامنے آئے ہیں، لیکن یہ مبہم ہی رہے ہیں۔ حکومتیں ایسا بین الاقوامی ماحول پیدا کریں جس میں کارپوریشن اپنا کام کریں اور لازمی طور پر مستحکم ترقیات فراہم کریں۔ یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ کارپوریشنوں کو باور کرائیں کہ انہیں اپنے ضابطے خود بنانے کے لئے آزاد نہیں چھوڑا جائے گا اور وہ اپنے اعمال کے لئے ذمہ دار ہیں۔ ⊛⊛⊛

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

''شہری'' میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ ''شہری'' میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کر دیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206 جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلی فون/ فیکس 92-21-4530646

E-mail address:
Shehri@onkhura.com (Web site)
URL:http//www.onkhura.com/shehri

نام ________ ٹیلی فون (گھر) ________

ایڈریس ________

پیشہ ________ ٹیلی فون (دفتر) ________

شہری کی رکنیت

2004ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

فرینڈز آف ارتھ انٹرنیشنل کے میٹ فلپس نے کثیرالقومی کمپنیوں کے اعمال سے منسلک مسائل کے بارے میں چند برمحل نکات اجاگر کئے ہیں اور ان کے عالمی ترقیاتی عمل پر مرتب ہونے والے اثرات پر بحث کی ہے

کثیرالقومی کمپنیاں

احتساب کرنے کیلئے نئے قوانین کی ضرورت ہے

کثیرالقومی کمپنیاں ترقی پذیر ممالک کی کمزور معیشتوں پر منفی اثرات مرتب کر رہی ہیں

سماجی ذمہ داری

میٹ فلپس

عالمی تجارتی تنظیم کے مذاکرات کا نیا دور ترقی پذیر ممالک اور ترقی یافتہ دنیا (کثیرالقومی کمپنیاں پڑھا جائے) کے مابین شدید انتشار اور تلخ نااتفاقی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگیا۔

کثیرالقومی کمپنیاں ایک نئے مقصد کی پرستار بن کر سامنے آئی ہیں جس کو ترقی دینے کی وہ اتنی ہی خواہشمند ہیں جتنی کہ اپنی مصنوعات کی۔ اور وہ ہے۔ سی ایس آر۔ بسااوقات یہ بتانا بہت مشکل ہوتا ہے کہ سی ایس آر، کا حقیقی مطلب کیا ہے، CSR کا مطلب اجتماعی سماجی ذمہ داری (Corporate Social Responsibility) سمجھا جائے یا اجتماعی خودضوابط (Corporate Seef Regulation) لیکن اس فیشن کی آمد نے کثیرالقومی کمپنیوں کے لئے کثیرالقومی ضوابط کی ضرورت پر ایک مستقل بحث کو ابھار دیا ہے۔

بڑھتی ہوئی طاقت

حالیہ برسوں میں کثیرالقومی کمپنیوں کے پھیلاؤ میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے۔ یو این سی ٹی اے ڈی کے مطابق دنیا کی سوسب سے بڑی طاقتوں میں سے 29 کارپوریشنیں ہیں۔ ان کی طاقت چھوٹے اور درمیانہ درجے کے انٹرپرائزز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے تو اپنے چھوٹے حجم کی وجہ سے کسی دوسرے ملک میں لگانے کی دھمکی نہیں دے سکتے۔ بہرحال کارپوریشنوں کے اس اختیار پر محدود پابندی ہے یہی وجہ ہے کہ ان ملکوں کو جہاں یہ کارپوریشنیں سرگرم ہیں، اپنے سامنے جھکا سکتی ہیں اور انہوں نے دنیا کے شمالی خطے میں بہت بڑے پیمانے پر اثر ورسوخ حاصل کرلیا ہے۔

نقصان دہ طریقہ کار

بڑے ادارے اپنے تعلقات عامہ کے ذریعہ حکومتوں کو گمراہ کرچکے ہیں۔ اجتماعی سماجی ذمہ داری کے رجحانات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ایک آگے بڑھنے کا طریقہ ہے۔ حالانکہ اس طریقہ کار کو بطور ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ تمام کاروبار کرنے والے پہلے ہی سے ذمہ داری کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ یو این ای پی (UNEP) کے مطابق کارپوریشنوں کی اکثریت نقصانات کی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تیل، کانکنی، جنگلات، کپڑا سازی اور دیگر شعبوں پر مشتمل صنعتوں کے بارے میں جامع، مفصل اور قومی تحقیق تنقید کی جاچکی ہے۔ پھر بھی کارپوریشنوں کے سربراہوں کی رضاکارانہ صوابدید پر منحصر ہونی چاہئے۔

کثیرالقومی کمپنیوں کی نوعیت

حکومتیں کاروبار کے بارے میں صرف یہ کہتی ہیں کہ یہ انڈونیشیا کا ہے یا برطانوی۔ لیکن یہ اصطلاح اس وقت اپنی معنی کھو دیتی ہے۔ جب یہ کمپنیاں دوسرے ممالک میں خود کو رجسٹر کرا سکتی ہیں اور وہاں اپنا کاروبار شروع کرسکتی ہیں۔ معاشرہ کمپنیوں کو ذمہ داریاں محدود کرنے کا حق دیتا ہے۔ یہ ذمہ داریاں ذیلی اداروں، منسلک اداروں اور سرمایہ کاری کے کارپوریٹ پردے کے پیچھے مزید چھپادی جاتی ہیں جس کا مطلب یہ ہے

کہ کثیرالقومی کمپنیوں کو کسی بھی قسم کی نقصان دہ طریقہ کار کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کارپوریشن بنیادی طور پر صرف اپنے حصص یافتگان کے سامنے جوابدہ ہیں، اپنے ملازمین، صارفین، تقسیم کنندگان یا متاثرہ لوگوں کو جواب دینے کی پابند نہیں ہیں۔ جس کے نتیجہ میں متاثرہ گروہوں اور افراد کو انصاف کی فراہمی ممکن بنانے میں صریح ناکامی ہوئی ہے۔ اس کے مقابلے میں حصہ داروں کو منافع وطن بھیجنے پر کوئی کارپوریٹ پابندی نہیں ہے۔

تجارت دوست حکومت

بین الاقوامی لابسٹ مثلاً بین الاقوامی ایوان تجارت کا استدلال ہے کہ تجارت کو صرف قومی سطح پر قواعد وضوابط کے ماتحت ہونا چاہئے۔ دوسری طرف قومی لابسٹ کی دلیل یہ ہے کہ قومی ضابطے ارزاں غیر ممالک کے ساتھ مقابلہ بازی کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ تجارت کی آواز بہت طاقتور ہوتی ہے، تجارتی مفادات اور اقتصادی ماحول کے حق میں یہ دوراہا جس کو ترقی دینے کے یہ خواہشمند ہیں کثیرالقومی کمپنیوں کو متاثر کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ بہت زیادہ کمزور معیشتوں پر اس کے نتائج محسوس کئے گئے ہیں اور عوام کی جمہوری انداز میں قوانین اور معیارات، جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کے بارے میں فیصلے کرنے کی نااہلیت کے ذریعے اور کچلی ہوئی معیشتوں پر اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

اجتماعی حقوق

کثیرالقومی کمپنیوں کے پیمانے میں اضافہ صرف اس لئے واقع ہوتا ہے کیونکہ مارکیٹ کے بجائے حکومتیں اس کو ممکن بنا دیتی ہیں۔ کثیرالقومی کمپنیوں کے مفاد میں بین الاقوامی تجارتی تنظیم نے آزاد منڈیاں بنائی ہیں۔ آئی ایم ایف کثیرالقومی کمپنیوں کے مفادات میں خدمات کی نجکاری کے لئے ممالک پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ عالمی بینک اور دیگر بین الاقوامی مالیاتی ادارے کثیرالقومی کارپوریشنوں کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ سرکاری سرمایہ کی فراہمی اور اجتماعی بہبود ان کو منڈی میں اپنا حصہ بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ کارپوریشنوں کے لئے حقوق مخصوص کرنے کے سلسلے میں تیزی دکھائی جاتی رہی ہے، لیکن ان کا احتساب کرنے کے معاملے میں کسی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا ہے۔

رضاکاریت پر اعتماد

حکومتیں رضاکارانہ معیارات مثلاً کثیرالقومی اداروں کے لئے گلوبل کمپیکٹ اور او ای ڈی سی کے رہنما خطوط پر تبدیلی کے لئے طریق کار کی حیثیت سے بھروسہ کر چکی ہیں۔ لیکن ایسے طریق ہائے کار کی آزاد ذرائع سے بمشکل ہی تصدیق ہوئی ہے ایسے طریقہ کار جو کارپوریشنیں اکثر خود ایجاد کرتی ہیں، متاثرہ شہریوں کو دعویٰ کرنے کا حق نہیں دیتے، نہ ان پر عمل کیا جاتا ہے اور سادہ طور پر نہ ہی یہ مستحکم ترقیات کی فراہمی کے لئے مناسب ہیں۔

کیا ضروری ہے؟

ان رجحانات کا سامنا کرنے کے لئے

(باقی صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں)

کارپوریٹ ذمہ داری کسے کہتے ہیں

اس سوال کا جواب مختلف افراد مختلف دیتے ہیں اور اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ جواب دینے والا کون ہے۔ ایف۔او۔ای۔این۔ایل کے مطابق فیصلے کرتے وقت محنت کشوں اور ماحول کے سلسلے میں کارپوریشن سماجی سطح پر ذمہ دار ہوتی ہیں۔ کسی مخصوص ملک کے قوانین اور ضابطوں کے ساتھ ساتھ کثیرالقومی اداروں کو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ معاہدوں اور سمجھوتوں کا جو ٹیکسیشن، بدعنوانی کی روک تھام اور انسانی حقوق کے احترام، مزدوروں کے حقوق اور ماحول سے تعلق رکھتے ہیں، احترام کرنا چاہئے۔ علاوہ ازیں کثیرالقومی اداروں کی سرگرمیاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں ہونی چاہئیں۔ فوجی تصادم کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے حالات میں اس کا خصوصی طور پر نفاذ کیا جاتا ہے۔ کارپوریشنوں کو اس بات کو یقینی بنانے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے کہ ذیلی ٹھیکیدار، منصوبے کے شریک، تجارتی حصہ دار، فراہم کنندگان اور دیگر ایسے افراد جن کے ساتھ وہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے پر رضامند ہوں، ان اصولوں پر اسی طرح عمل کیا جائے۔ کارپوریشنیں مصدقہ طور پر ذمہ دار اور جوابدہ ہیں اور عوام کے اس بات کو جاننے کے حق کو کہ ان کی سرگرمیوں، مصنوعات اور خدمات کی وجہ سے کس قسم کے اخلاقی، سماجی اور ماحولیاتی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، تسلیم کرتی ہیں۔

شفافیت اور اطلاعات کو منظر عام پر لانا خدمات کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے شفافیت اور اطلاعات کو منظر عام پر لانا کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کے ناگزیر عناصر ہیں۔ کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ایک کمپنی اپنی غلط حرکت کے نتائج کو درست کرنے کے لئے بھی ذمہ دار ہے۔ مثال کے طور پر اپنی پیدا کردہ آلودگی کو صاف کر کے یا ان کے غیر ذمہ دارانہ تجارتی رویہ کی وجہ سے متاثر ہونے والے افراد کو زرتلافی کی ادائیگی کے ذریعے وہ اپنے معاملات کو درست کرنے کی ذمہ دار ہے۔ سماجی اقدار کی تباہی پر زبانی جمع خرچ کر کے کمپنیاں خود کو ذمہ دار نہیں کہلوا سکتی ہیں۔ کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کے سب سے بڑے مبلغین میں سے کچھ نے اپنے زبانی جوش وخروش کو مکمل غیر ذمہ دار کاروباری رویہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ پریمیئر آئل اور ٹوٹل فائنل ایلف اچھی مثالیں ہیں۔ یہ دونوں کارپوریٹ ذمہ داری کی وکالت کرتی ہیں اور ابھی تک برما میں سرگرم عمل ہیں۔ فرینڈز آف دی ارتھ نامی تنظیم اور دیگر بہت سے اداروں کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی بھی کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کر رہی ہیں۔

ہمارے خیال میں کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کارپوریشنوں کے لئے دیگر کارپوریشنوں پر مقابلے کے موقع کو یقینی بنانے کا صرف ایک دوسرا راستہ نہیں ہونی چاہئے۔ ایک سبز یا سماجی تصور پیش کرنا جبکہ واقعتاً اس پر عملدرآمد نہ ہو رہا ہو سبز باغ دکھانا کہلا سکتا ہے کارپوریٹ سماجی ذمہ داری نہیں۔

رضاکارانہ شراکت اور امداد صرف اس میں بڑھائی کی جا سکتی ہیں، لیکن کارپوریٹ سماجی ذمہ داری کے عناصر کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ سماجی طور پر ذمہ دارانہ کاروباری سرگرمیاں کمپنی کے اس عزم کا اظہار کرتی ہیں جس کے تحت کاروبار اس طریقے سے کیا جاتا ہے کہ قرب وجوار کے لوگوں، مزدوروں اور صاف شفاف معاشی رویہ کو نقصان پہنچنے کے بجائے انہیں محفوظ یا ان کی قدر میں اضافہ ہوتا ہے۔ تاہم اس کے لئے: صرف عزم ہی کافی نہیں ہے اس سلسلے میں واضح میکانیت کا نفوذ بشمول آزادانہ نگرانی اور تصدیق بھی ہونا ضروری ہے۔

آبی حیات کا تحفظ

شہری سی بی ای سینڈز پٹ اور ہاکس بے کے ساحلی علاقے میں سبز کچھوؤں کی افزائش نسل اور اس کے ساحلی مسکن کی بحالی کے لئے ترقی دینے کے پروگرام اور حکمت عملیوں کے ایک دو سالہ پروجیکٹ (یو این ڈی پی پاکستان کا ایک منصوبہ/ جی ای ایف پروگرام) میں باضابطہ شمولیت اختیار کرلی ہے

سبز سمندری کچھوؤں کی بحالی کے پروجیکٹ میں 'شہری' کی شمولیت

شہری رپورٹ

اس منصوبے کا بنیادی مقصد سبز سمندری کچھوؤں کے تحفظ اور منصوبے کے علاقے میں سبز کچھوؤں کی افزائش نسل کے ساحلی مسکن کی بحالی اور زمینی استعمال کے لئے دیرپا پروگراموں اور سرگرمیوں کو ترقی دینا ہے۔

منصوبے کی سرگرمیاں

منصوبے کی سرگرمیاں مندرجہ ذیل ہوں گی جو منصوبے کے تین خصوصی شعبوں پر مشتمل ہوں گی۔

عوامی آگہی، تعلیم اور شراکت کے لئے سہولیات فراہم کرنا

ایسا ان پروگراموں اور سرگرمیوں کو ترقی دینے اور ان کے نفاذ کے ذریعے کیا جائے گا جو سبز کچھوؤں کی بحالی کے لئے کی جانے والی کوششوں میں عوامی سطح پر آگہی، معلومات اور دلچسپی میں اضافہ کریں۔ اس سلسلے میں مخصوص نوعیت کی اشیاء بشمول سمعی بصری مواد، طبعی مظاہرہ کا سامان، نمائشی سبز کچھوے کے مجسمے (صرف اسکولوں میں استعمال کے لئے)، معلوماتی کتابچے/ بروشر/ کچھوؤں کے بارے میں حقائق پر مبنی شیٹ اور سبز کچھوؤں کے بارے میں سووینیر (ٹی شرٹس، کافی کے مگے وغیرہ) کو ترتیب دیا جائے گا۔ پروجیکٹ کی ویب سائٹ بھی بنائی جائے گی اور عوام کی شمولیت کے لئے ایف ایم ریڈیو کو بھی استعمال کیا جائے گا۔ مزید برآں مقامی اسکولوں کے ساتھ

تعلقات کے قیام کے ذریعہ طلبہ کی کچھوا بچاؤ سرگرمیوں میں شمولیت اور ان کو مستقبل کے کچھوؤں کی بحالی کے سرگرم کارکن بنانے کے لئے تربیت فراہم کرنے کے لئے نگران اور رضا کارانہ پروگرام مرتب کئے جائیں گے۔ سبز کچھوؤں کی افزائش نسل/ انڈے دینے کے موسم میں طلبہ اور عام شہریوں کے لئے کچھوے دیکھنے کے پروگراموں کا اہتمام کیا جائے گا۔

ہٹس لیز کے معاہدوں پر نظرثانی

متعلقہ زمین کے مالکان/ مجاز اداروں اور ہٹ مالکان کے ساتھ باہمی عمل کے ذریعہ اور تخمینہ/ نظرثانی/ تجزیہ اور مخصوص ماحولیاتی پیمانہ کی بنیاد پر ہٹ لیز کرنے کے سلسلے میں مناسب ترامیم کے لئے کوششیں کی جائیں گی کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے موثر قانونی اور تعزیری ہتھیار کی حیثیت سے دستیاب ہوگا کہ ساحلی ہٹس کی طبعی موجودگی اور سہولت کا انسانی استعمال دونوں سبز کچھوؤں کی انواع/ افزائش نسل کے ساحلی علاقے کی حفاظت کی ضروریات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔

ماحولیاتی انتظام ا اسنادی پروگرام

سروے کے پروگرام مثلاً سماجی سروے کے لئے شماریاتی پروگرام، ماحولیاتی ارضی تحقیقاتی طریقہ کار، تربیتی پروگرام اور خودکار حصے (ماحولیاتی نگرانی کے لئے ہٹس چوکیداروں کا اسنادی پروگرام) بنائے جائیں گے تاکہ کچھوؤں کے علاقوں کے تحفظ اور اراضی کے استعمال کے انتظام (ہٹس لیز معاہدے پر نظرثانی) کے نفاذ اور عوام کو آگہی/ تعلیم دینے کے لئے مواد کی تیاری میں

(باقی صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمائیں)

شہری سی بی ای کراچی کے باشندوں کو ایسے مسائل پر، جو ان کے گردونواح کے ماحول پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں، اپنے خدشات تحریر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ براہ مہربانی ہمیں خط تحریر کریں اور ساتھ ہی ان مسائل سے متعلق تصویریں بھی ارسال کریں تاکہ مسائل کو حل کرنے کے لئے کوششیں کی جاسکیں

گرد و پیش پر نگاہ

زمین کے استعمال کی غیر قانونی تبدیلی

شہری زمین کے استعمال کے انتظام میں کراچی کا سب سے بڑا بحران

شہری رپورٹ

مرکزی شاہراہ کے کونے پر واقع پلاٹ نمبر ایف 1، رفاہ عام سوسائٹی (علاقہ کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں) کو میرج لان میں تبدیل کر دیا گیا۔ پلاٹ کے قریب رہائش پذیر شہریوں نے عدالت میں ایک درخواست دائر کی اور عدالت نے اس سلسلے میں مذکورہ پلاٹ پر تجارتی مقاصد کے لئے میرج لان کی تعمیر نہ کرنے کے احکامات صادر کئے۔

اب کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی نے ایک شاپنگ مارکیٹ مع چار منزلوں پر مشتمل رہائشی فلیٹوں کی منظوری دی ہے جسے 60 فٹ چوڑی دوہری سڑک (مجوزہ) کے بعد تعمیر کیا جائے گا۔

(i) تعمیر 60 فٹ روڈ ریلوے کے محفوظ علاقے سے شروع ہونا چاہئے (A)، نہ کہ ریلوے کی دیوار سے (B)۔

(ii) الفلاح کی جانب جانے والی مرکزی سڑک سے بائیں طرف بھی اس نے 4 فٹ سے زیادہ جگہ حاصل کر لی ہے۔

ریلوے کے محفوظ علاقے سے مکمل حقیقی 60 فٹ چوڑی سڑک کو چھوڑنے کو یقینی بنانے کے معاملے میں کسی تحقیقات کا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تعمیراتی کمپنی کا مالک ایک بارسوخ شخص ہے اور اس کے علاقے میں وسیع سماجی تعلقات ہیں اور صرف کے بی سی اے ہی اس کو باضابطہ بنانے کے لئے کوئی روک تھام کر سکے گی۔

ہم نے اس سلسلے میں کے بی سی اے کے ڈائریکٹر جنرل بریگیڈیئر ناصر سے ملاقات کرنے کی کوشش کی لیکن ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس ضمن میں آپ کے اور آپ کے دوستوں کی جانب سے ملنے والے تعاون کے ہم بے حد مشکور ہوں گے۔

باشندگان
رفاہ عام کوآپریٹو
ہاؤسنگ سوسائٹی

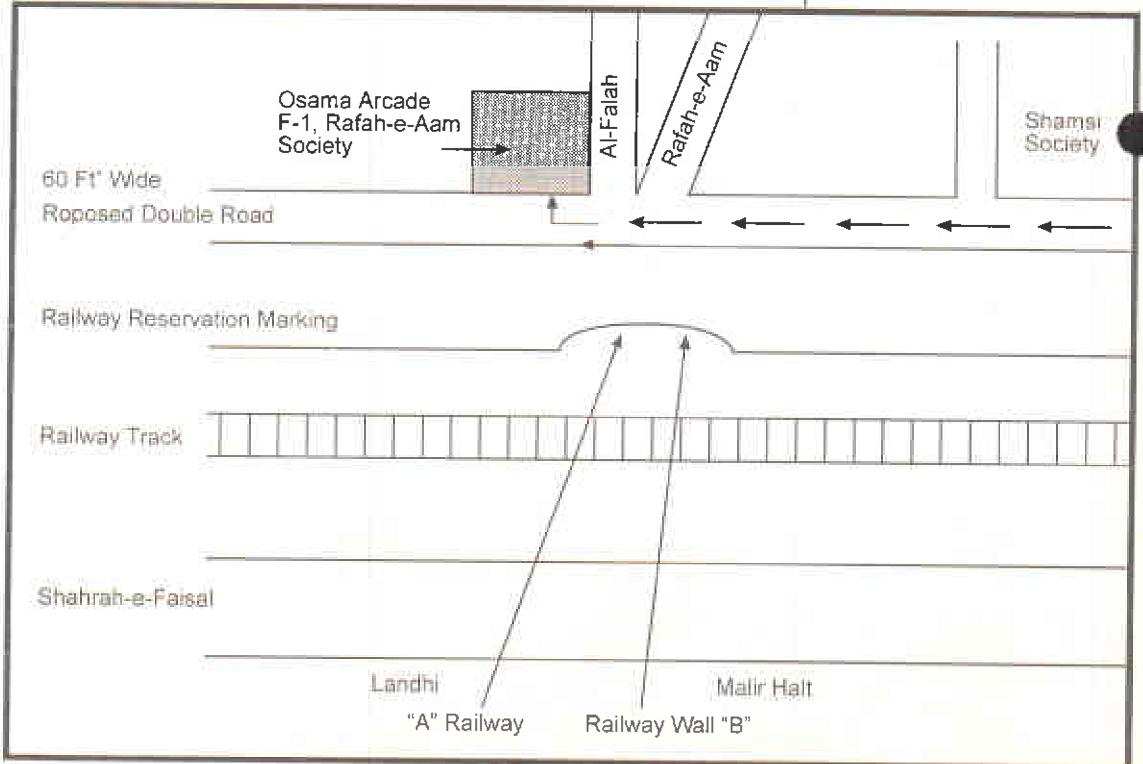

ذرا سوچیے!

آپ ہمیشہ حالات پر قابو پاسکتے ہیں۔ یہ صرف پریشانی اور اندیشے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حالات آپ کے قابو سے باہر ہیں۔

نوجوان آوازیں

کرن بشیر احمد

فنا کے خطرے سے دوچار جانور!

برسوں سے جانوروں کی زیادہ تر انواع کی کل آبادی مستحکم رہی ہے۔ فنا کے خطرے سے دوچار جانور حیوانات کی وہ خصوصی اقسام ہیں جن کی تعداد میں بروز بروز کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ ان کو فنا کے خطرہ سے دوچار حیوانات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی نسل کو کرۂ ارض سے مکمل طور پر ناپید ہوجانے کا خطرہ ہے۔ 1966ء میں امریکی کانگریس نے سرکاری طور پر یہ تسلیم کیا کہ فنا کے خطرہ سے دوچار حیوانات کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ متذکرہ سال میں امریکی کانگریس نے فنا کے خطرے سے دوچار انواع کے تحفظ کا ایکٹ منظور کیا۔ اس ایکٹ کی وجہ سے فنا کے خطرے سے دوچار جانوروں کی شناخت اور تحفظ کے لئے سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

فنا کے خطرے سے دوچار انواع کے تحفظ کے ایکٹ کے مطابق ایک ایسا جانور جس کے بارے میں یہ معلوم کرلیا جائے کہ اس کی نسل کو فنا کا خطرہ ہے، اس کی بین الریاستی خرید وفروخت یا غیرملکی تجارت نہیں کی جاسکتی۔ علاوہ ازیں نہ ہی اس جانور کا شکار کیا جاسکتا ہے، نہ گولی کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے، نہ اسے نقصان پہنچایا جاسکتا ہے، نہ خوفزدہ کیا جاسکتا ہے، نہ اسے جال کے ذریعہ پکڑا یا زخمی کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے پکڑ کر بطور گھریلو جانور اپنے پاس محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

فی الوقت ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں 300 سے زیادہ جنگلی حیات کو پناہ دینے والے قومی پارکوں کے ذریعہ فنا کے خطرے سے دوچار جانوروں کے لئے محفوظ جگہیں فراہم کی گئی ہیں، لیکن فنا کا خطرہ ابھی تک برقرار ہے۔ فنا کے خطرہ سے دوچار مقامی جانوروں کی فہرست میں 100 سے زائد ناموں کا اضافہ ہوچکا ہے۔ ❀❀❀

جانوروں کو فنا کا خطرہ کیوں ہوتا ہے؟

ایسی بہت سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے جانوروں کی نسلوں کے معدوم ہوجانے کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے

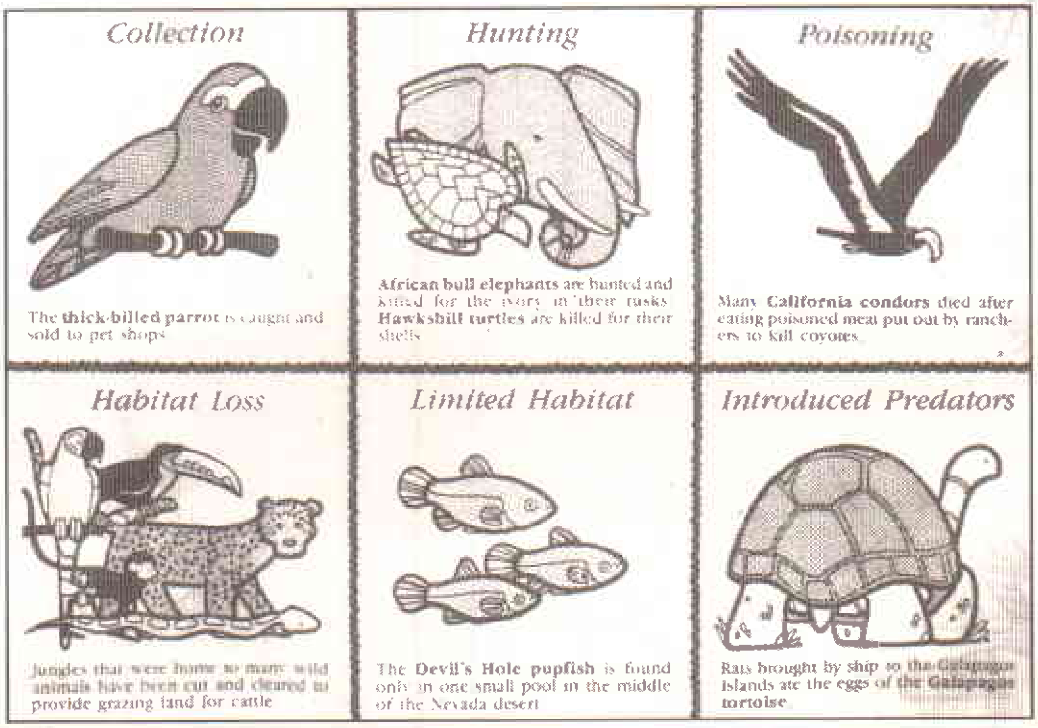

Collection: The **thick-billed parrot** is caught and sold to pet shops.

Hunting: **African bull elephants** are hunted and killed for the ivory in their tusks. **Hawksbill turtles** are killed for their shells.

Poisoning: Many **California condors** died after eating poisoned meat put out by ranchers to kill coyotes.

Habitat Loss: Jungles that were home to many wild animals have been cut and cleared to provide grazing land for cattle.

Limited Habitat: The **Devil's Hole pupfish** is found only in one small pool in the middle of the Nevada desert.

Introduced Predators: Rats brought by ship to the Galapagos Islands ate the eggs of the **Galapagos tortoise**.

گوشت خوری کا نتیجہ... سارس

پاؤں اور منہ کی بیماری بھول جائیے، انتھراکس کا خوف ماضی کی چیز ہے، جدید ترین وائرس جس نے دنیا کے نظاموں پر ایک انتقام کے ساتھ حملہ کیا ہے، وہ سارس (SARS) ہے۔

زیادہ تر طبی ماہرین کو یقین ہے کہ اس کی بنیادی وجوہات فطری ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ وائرس پہلے صرف جانوروں پر اثر انداز ہوتا تھا، لیکن اب یہ انسانوں کے لئے بھی اسی طرح جان لیوا بن گیا ہے۔ تاہم ابھی تک شکوک و شبہات کی گہری دھند چھائی ہوئی ہے۔ جبکہ ایک گروہ اس کا تعلق حیاتیاتی دہشت گردی سے جوڑتا ہے جس کے امکانات کو ابھی تک رد نہیں کیا جاسکا ہے۔

امریکہ سے تعلق رکھنے والے ایک سبزی خور گروہ کا کہنا ہے کہ جانوروں کے گوشت کھانے کے اثرات کے نتیجہ میں اس بیماری کا حملہ ہوا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے ایشیائی باشندوں کو گوشت خوری ترک کر دینی چاہیئے۔

بہرحال بین الاقوامی خدشات کچھ بھی ہوں مقامی سطح پر کی گئی تحقیقات کے مطابق مذبح خانوں میں مضر صحت حالات کا مشاہدہ کیا گیا ہے جبکہ مرغیوں کی خوراک کے اجزاء بھی ابھی تک مشکوک ہیں۔

اگر سبزی خور اپنے دلائل میں درست ہیں تو چین، ہانگ کانگ، ہنوئی، سنگاپور، ٹورنٹو کے بعد اب اس بیماری کا آئندہ شکار کون ہوگا؟ ❀ ❀ ❀

میں نیلا پڑ رہا ہوں

میں نیلا پڑتا جا رہا ہوں
اور میری آنکھیں سرخ ہیں
اور سرد پڑتا جا رہا ہوں
میری آنکھیں بند ہو چکی ہیں
اور زندگی اپنے اختتام تک پہنچ گئی
اور اسی طرح میرے لئے دنیا
میرا دل رک گیا
میرے پھیپھڑوں نے پھیلنا بند کر دیا
اور افسوس ذہن تاریک ہو گیا
اور اسی طرح کمپیوٹر بند ہو چکے ہیں
جیسے ہی میری روح اوپر گئی
میرے جسم نے کھاد بننا شروع کر دیا
اور جیسے ہی میں کھاد میں تبدیل ہونا شروع ہوا
پیلے نرگسی پھول کھل گئے
اور اب جبکہ میں
ہڈیوں اور کھال کی شکل میں باقی ہوں
حشرات الارض نے
میری ہڈیوں میں آشیانہ بنا لیا ہے

(تحریر: یوسف)

شہری کے لئے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول۔

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

بقیہ: کچھوا بچاؤ پروجیکٹ

سہولت فراہم کی جاسکے۔ مزید برآں اعانت اور نگرانی کرنے کے لئے رضاکاروں کو بھی تیار کیا جائے گا۔ ماحولیاتی نگران رضاکاروں کی ایک کمیٹی کی تشکیل بھی کی جائے گی۔

پاکستان کے سبز کچھوؤں کے بارے میں حقائق

سبز کچھوا

لاطینی نام............. چیلونیا میڈاس
مقامی اردو نام .... سبز کچھوا
بالغ خول کی لمبائی .... 110-90 سینٹی میٹر
بالغ سبز کچھوے کا وزن .. 300-280 پونڈ
غذا..................... سمندری گھاس۔

دلچسپ حقائق

سمندری کچھوؤں میں سے سبز سمندری کچھوا واحد سبزی خور آبی جانور ہے۔ سبز کچھوؤں کو بلوغت تک پہنچنے کے لئے 12 سے 15 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ تجارتی طور پر بھی سبز کچھوا دیگر تمام سمندری کچھوؤں کے مقابلے میں بطور سمندری خوراک سب سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔

کچھوے انڈے دینے کے لئے جگہ کیسے بناتے ہیں اور انڈے کیسے دیتے ہیں؟

سبز کچھوے رات میں ساحل پر آتے ہیں اور اپنے طاقتور ہاتھوں سے ایک بڑا گڑھا کھودتے ہیں اور پھر اس گڑھے میں خود کو گاڑ لیتے ہیں۔ اس کے بعد انڈوں کے لئے تین فٹ گہرا گڑھا کھودنے کے لئے وہ صرف عقبی ہاتھوں کا استعمال کرتے ہیں اور پھر ایک وقت میں اوسطاً سو انڈے دیتے ہیں۔ انڈے دینے کے بعد وہ اپنے عقبی اور سامنے کے ہاتھوں کے ذریعے سوراخ اور گڑھے کو ریت سے چھپا دیتے ہیں اور پھر سمندر میں واپس چلے جاتے ہیں اور اپنے پیچھے ساحل پر ایک کہانی سنانے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔

بچے نکلنے کے بعد؟

سورج کی تپش اور سمندری ریت کے کیمیاوی عمل کی وجہ سے عموماً 40 سے 60 دنوں کے بعد انڈوں سے کچھوؤں کے بچے نکلتے ہیں۔ انڈوں سے نکلنے کے بعد بچے ایک گروہ کی شکل میں ریت کی سطح پر نمودار ہوتے ہیں۔ سمندر کے اوپر افق پر چمکدار حصہ انہیں اپنی جانب کھینچتا ہے۔ اگر وہاں پر مصنوعی روشنیاں ہوں تو انڈوں سے نکلنے والے بچے آسانی سے اپنا رخ تبدیل کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ خشکی کی طرف دوڑتے ہیں اور سخت مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں اور شکاری جانوروں کا شکار بن جاتے ہیں یا پھر سڑک پر گاڑیوں کے نیچے آکر کچل کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ساحلوں سے کچھوے کیوں غائب ہو رہے ہیں؟

تمام سمندری کچھوؤں کی انواع کو معدومیت کے خطرے سے دوچار ہونے کے مندرجہ ذیل بنیادی اسباب ہیں۔

- کچھوے کی کھال، خول کی بڑے پیمانے پر تجارت، ادویات اور کاسمیٹکس۔
- گوشت خور جانوروں اور ناجائز شکار کرنے والوں کے ہاتھوں انڈوں کی تباہی۔
- مچھلی کے جالوں کے ذریعے اتفاقی طور پر کچھوؤں کا شکار۔
- ساحلی علاقوں میں بڑھتی ہوئی رہائشی ترقیاتی سرگرمیاں، انسانی مداخلت اور آلودگی۔

مجوزہ نباتیاتی باغ

بقیہ: تفریحی ترقیات

اتھارٹی نے ریس کورس پر 45.5 ایکڑ اراضی الاٹ کی ہے۔ جس میں بعدازاں ایک انفارمیشن ٹیکنالوجی پارک، کھیل اور تفریحی علاقے کی تعمیر کی جائے گی۔

اپنے مشترکہ مقاصد کے حصول کے تناظر میں ابتدائی طور پر یہ تجویز کیا گیا ہے کہ نباتیاتی باغ کے لئے منصوبے میں مندرجہ ذیل خصوصی شعبے شامل کئے جائیں۔

سائنس اور تحقیقی مرکز

یہ مرکز پودوں کی مختلف انواع کو راس آنے والی آب و ہوا، نئی انواع کی شناخت اور نئے ماحول میں ان کو محفوظ رکھنے کے لئے سہولیات فراہم کرے گا۔ یہ مرکز سائنسی تحقیق کے لئے بھی حوالا جاتی مواد فراہم کرے گا۔

درختوں سے بھرا ہوا باغ

فطرت ہر قسم کی سبزی فراہم کرتی ہے۔ ایک درختوں سے بھرا باغ کسی کو بھی جانوروں اور پھولوں سے بھرپور فطری ماحول تک لاتا ہے۔ ایسا باغ ان لوگوں کو تسکین بہم پہنچاتا ہے جو فطرت کے قریب رہنے کے خواہشمند ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو نباتیات اور پودوں کے علم کو بطور ایک سنجیدہ موضوع کے لینے کے خواہاں ہیں، تعلیم کا منبع ثابت ہوگا۔ اس باغ کے زیادہ تر پودوں کی شناخت ضروری ہوگی اور ان کی شناخت اور حوالے کے لئے ان پر لیبل چسپاں کیا جائے گا۔

جڑی بوٹیوں کا باغ

جڑی بوٹیاں زمانہ قدیم سے ادویاتی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی چلی آئی ہیں۔ معلوم ادویاتی پودوں کو اکٹھا کرنا وقت کی فوری اور اہم ضرورت ہے کیونکہ ان پودوں کے متعلق معلومات کم ہوتی جارہی ہیں۔ ان پودوں کو اکٹھا کرنا اور ان کی شناخت، خصوصاً ایسے پودے جو پاکستان کے جنگلات میں پائے جاتے ہیں اور ان کا سائنسی تجزیہ ملک کے لئے گرانقدر ثابت ہوگا۔

کلاسیکی باغات

مختلف ممالک میں سینکڑوں برسوں کے دوران باغات کی متعدد کلاسیکی اقسام واضح ہوکر سامنے آچکی ہیں۔ شجرکاری کی ان فنی اقسام کو تحفظ دینا اور محفوظ رکھنا اور ایسے باغات کے نمونوں کا تحفظ اہم ہے کیونکہ یہ نئے خیالات، رجحانات اور وسائل کے استعمال میں ایک تیزی پیدا کرنے کا باعث ثابت ہوسکتی ہے۔

خصوصی حصے

نباتیاتی باغ کے لئے مختلف حصوں میں خصوصی اقسام کے پھولوں کے پودوں کو جمع کرنا ناگزیر ہے اس میں مختلف حصے ہوں گے۔ مثلاً گلاب، کیکٹس، آرکڈز، للی، خوشبودار اور جڑی بوٹیوں کے پودے، بنسائی اور گرین ہاؤس وغیرہ۔

خدمات اور فوائد

ایک سائنسی تحقیقی مرکز کے لئے اولین ضرورت ایک ریفرنس لائبریری، ایک لیکچر ہال/آڈیٹوریم ہونا چاہئے جو بطور تربیتی مرکز بھی خدمات انجام دے سکے۔

منصوبے کی انتظامیہ کے لئے ایک دفتری بلاک کی تعمیر زیرغور ہے اس بلاک کے ملحقہ غسل خانے مہمانوں کی سہولت کے لئے استعمال ہونے چاہئیں۔ پانی کاری سائیکلنگ اور ٹریٹمنٹ پلانٹ کراچی شہر کو دستیاب حالیہ وسائل میں گرانقدر اضافہ ہوگا۔ مسجد اور کیفے ٹیریا کی تعمیر ضمنی ہوسکتی ہے۔ بچوں، مہمان سیاحوں اور بزرگ شہریوں کے لئے ایک ٹرین کار جب وقت اور وسائل اجازت دے گا، فراہم کی جائے گی۔ ایک چھوٹی جھیل کنول کے پھولوں سے آراستہ کی جائے گی تاکہ ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کا سبب ثابت ہو۔ ❀❀❀

شہری رپورٹ

تفریحی ترقیات

ایک سرسبز اور تفریح دوست کراچی کی جانب

شہری سی بی ای ان چند منصوبوں کو اجاگر کرتی ہے جو کراچی شہر کے تفریحی ڈھانچہ کو ایک زبردست پیش قدمی فراہم کرسکتے ہیں اور شہر کو زیادہ ماحول دوست بناتے ہیں

مقالاتی

منصوبے طلبہ کی زندگی میں ان کی صلاحیتوں کو ثابت کرنے کے لئے ایک میدان فراہم کرتے ہیں پوری زندگی میں صرف ایک بار ہی موقع ملتا ہے کہ کوئی اپنے خوابوں کو ٹھوس حقیقت کا روپ دے سکے اور اپنے ذہنی تصور کو فتح کر سکے۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آرکیٹکچر کے سال آخر کے طلبہ اپنے خوابوں کو حقیقت کا رنگ دینے کے لئے اس موقع کا کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ آرکیٹکچر ڈپارٹمنٹ کے ایوان نمائش میں مارچ 2003ء کو منصوبے پیش کرنے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جیوری کا پینل لاہور سے ڈاکٹر پرویز اقبال اور پروفیسر رشید مخدوم اور آرکیٹکچر ڈپارٹمنٹ کے سابق سربراہ پروفیسر کوثر بشیر پر مشتمل تھا۔ کراچی کے داؤد کالج کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ داخلی منصفین ڈاکٹر عبدالرحمن اور ڈاکٹر یوسف ایوان تھے۔

ساحلی تفریح گاہ

سعدیہ نے ایک مرکزی پارک کی طرح دو بنیادی حصوں تفریحی اور رہائشی کے ساتھ کراچی کی ساحلی تفریح گاہ کو ڈیزائن کیا تھا۔ علاقے کے اندر پانی کے کھیلوں کے لئے سمندری پانی لایا گیا تھا اور وہاں مثبت تفریح کے لئے کلب، ریستوران اور شاپنگ آرکیڈ تھے۔ رہائشی حصے میں سمندر کے کنارے بہت سے کم قیمت ہوٹل اور کاٹج اور ایک پانچ ستاروں والا ہوٹل تھا جسے مفصل ڈیزائن کیا گیا تھا۔ ڈیزائن مقامی بلوچی طرز کا حامل تھا جس میں عمارت کا سامنے کا حصہ سادہ اور چھوٹی کھڑکیاں تھیں۔

ایک اور ساحلی تفریحی منصوبہ مرینہ کلب کراچی فائقہ رؤف نے ڈیزائن کیا تھا۔ لیکن ان کے منصوبے کی پیمائش میں فرق تھا جیسا کہ انہوں نے منصوبے میں خمیدہ شکلوں کا استعمال کیا تھا اور کراچی کے عظیم الشان ساحل کے سامنے عظیم ڈھانچہ تشکیل دیا تھا۔

نباتیاتی باغ اور پاکستان کا باغبانی کمپلیکس

انجمن باغبانی پاکستان کا قیام 1948ء میں اس وقت کے پاکستان کے گورنر جنرل کی سرپرستی میں عمل میں آیا تھا۔ اس کے قیام کی ابتداء ہی سے انجمن کے ذمہ داروں کی یہ خواہش رہی تھی کہ پاکستان کی آب و ہوا سے مطابقت رکھنے والے زراعت اور پھولوں کی تحقیق، تعلیم اور ترقی کے لئے ایک مرکز کا قیام عمل میں لایا جائے۔

انجمن باغبانی پاکستان کا ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے ساتھ قریبی اشتراک رہا ہے جو اس منصوبے کو عملی شکل دینے میں ان کے ساتھ تعاون کر رہی ہے۔ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی اور انجمن باغبانی پاکستان کے درمیان 20 ستمبر 2002ء کو ایک مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کئے گئے تھے۔ اس تاریخی نباتیاتی باغ کی تعمیر کے لئے ڈیفنس ہاؤسنگ

(باقی صفحہ 23 پر ملاحظہ فرمائیں)

مرینہ کلب کراچی